رموزِ ریاضت

(حصہ اوّل)

قائدِ انقلابِ تصوف، ولی مرشد

الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ

(خطابات و تقاریر کی روشنی میں)

ترجمانی و تدوین: ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر

ناشر: شاہ ہمدان انٹرنیشنل نیٹ ورک فار ایجوکیشن
سکردو، بلتستان

جملہ حقوق بحق ناشر و طابع محفوظ ہیں۔

نام کتاب : **رموزِ ریاضت** (حصہ اوّل)
(قائدِ انقلابِ تصوف، ولی مرشد حضرت الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ کی خطابات و تقاریر کی روشنی میں)

ترجمانی و تدوین : ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر

نظرِ ثانی : استاد المحققین مولانا رستم علی انجم

اشاعت : اگست ۲۰۱۷ء

ناشر : شاہ ہمدان انٹرنیشنل نیٹ ورک (برائے) ایجوکیشن SHINE
سکردو، بلتستان

طابع : شاہ ہمدان پرنٹنگ پریس، العمر مارکیٹ، سرکلر روڈ،
راولپنڈی۔ موبائل:0344-3005520
ای میل:shhppress@gmail.com

قیمت : 250روپے

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

Special Thanks:
NYF ACK UNIT Karachi

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	کلماتِ تعارف	5
2	مقدمہ	7
3	عرضِ ناشر	16
4	رموزِ اعتکاف	18
5	مرشد اور اتباع مرشد	48
6	تفسیر سورۃ الکوثر	73
7	ریاضات کی اُجرت کا معاملہ	93
8	اقسام علم اور علم لدنی	114
9	خیر البشر	132
10	ابتدائی تعلیم کی اہمیت	141
11	نشر و اشاعت	143
12	منشورِ سالکین	151
13	مسلکِ نوربخشیہ کا اجمالی تعارف	156
14	صوفیانہ کلام	160

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

کلماتِ تعارف

الحمد لاهله والصلوة علي اهلها

مقتدائے شریعت، پیشوائے اہل طریقت ومعرفت، قائد انقلاب تصوف محترم ومکرم بوافقیر محمد ابراہیم عصر حاضر کے صاحب حال، آسمان طریقت کا چمکتا دمکتا سورج تھا، جو 21 اگست 2016ء کو بوقت عصر دیوسائی کے پہاڑوں میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگئے۔ آپ نے ہزاروں بے راہ رولوگوں کی نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ بذریعہ تزکیہ مقام عرفان تک پہنچا دیا۔ بگڑی ہوئی قوم اور معاشرے کی اصلاح کی اور انسان کو انسانیت اور راہ طریقت دکھا کر عظمت رفتہ پھر سے بحال کردیے۔ آج معاشرے میں لہو ولعب کی جگہ اللہ لطیف کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

اب تک بہت سے عقیدت مند شعراء مرشد کے نام عقیدت کے پھول نچھاور کر چکے ہیں۔ اور بہت سے نثر نگار عقیدت مندوں اور مریدوں نے آپ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہیں۔ لیکن برادرم پروفیسر ذاکر حسین ذاکر صاحب نے مختلف عقیدت مندوں اور مریدوں کی قلمی کاوشوں کو "عالم معنی کا سفر " کے نام سے یکجا کر کے بوامرحوم اور ان کے ساتھیوں کی چہلم کے موقع پر منظر عام پر لا کر ہزاروں سوگوار مریدوں اور لواحقین کے دل جیت لیے۔

رسالہ ہٰذا "رموز ریاضت، الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ" محترم ذاکر صاحب کا دوسرا علمی شاہکار ہے۔ جو مرشد اعظم کے برسی کے موقع پر نذر قارئین کر کے نہ صرف آپ کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کی کوشش کی ہے بلکہ علوم ظاہری و باطنی کا خزانہ آڈیو اور ویڈیو ریکارڈز سے حاصل کر کے رہتی دنیا تک محفوظ کر لیا ہے۔ کسی کی تقریر کو تحریری شکل دینا کوئی آسان کام نہیں، خصوصاً فراستِ معنوی، حامل علم لدنی اور مظہر علوم شریعت محترم بوافقیرؒ کی تقاریر کو تحریر میں منتقل کرنا ہر کس و نا کس کی بس میں نہیں۔ ایسے گرانقدر علمی خدمات خداداد صلاحیت کا مالک ہی انجام دے سکتا ہے۔

محترم ذاکر صاحب کو ہم مریدین بوافقیرؒ سلام اور مبارک بادی پیش کرتے ہیں کہ آپ نے ظاہری اور باطنی علوم کے اس بے بہا خزانے کو جواب تک عام لوگوں سے پوشیدہ یا معرفت سے قاصر تھے، روشناس کرایا۔

چند مقامات پر بوافقیرؒ کے الفاظ اور فقرات کا متبادل الفاظ اور فقرے پیش کیا ہے جسے خیانت نہ سمجھیں بلکہ قارئین کی تفہیم اور رموزِ روحانی کی اخفائے راز کے لیے ناگزیر سمجھا جائے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم ذاکر صاحب کو اس کارِ عظیم کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور بوافقیرؒ کے علم و عرفان کو مزید اجاگر کرنے کی توفیق دے۔ رسالہ ہٰذا میں چند مقامات پر محترم سید ابراہیم صاحب چھوار نے درستگی کی ہیں۔ باقی چند ایک اصطلاحات اور راز کی جو باتیں تھیں ان کی جگہ متبادل اصطلاحات اور روحانی اشارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

صوفی رستم علی انجم

12 جولائی 2017

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

مقدمہ

یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیراً وما یذکر الا اولوالالباب (البقرہ 469)

ترجمہ: وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے۔ اور جسے حکمت دی جائے گویا اسے خیر کثیر عطا کی گئی اور صاحبان عقل ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

اللہ پاک جس بندے پر رضامند ہو جائے اسے اپنے فیوض خاص سے علم اور حکمت سے نوازتا ہے۔ اور یہ علم و حکمت خیر کثیر ہے اور خیر کثیر کا مفہوم ہر اعتبار سے زیادہ سے زیادہ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ بھلائی ہے، یعنی انسانوں کی سماجی، اخلاقی، روحانی، ذہنی، نفسیاتی، دنیاوی اور اُخروی بھلائی۔ کیونکہ قرآنی مفہوم میں خیر کثیر محدود مستحسن امور تک محدود نہیں۔ الحاج فقیر محمد ابراہیم مرحوم المعروف بوافقیر رحمۃ اللہ علیہ جو ہزاروں سالکین کے مرشد کامل، ہزاروں مریضوں کے روحانی طبیب اور حکیم، ہزاروں نوجوانوں کے تحریکی قائد، اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی نشاۃ ثانیہ کا ایک مجدد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بے باک خطیب اور مقرر، دائم الوضو، دائم شب زندہ دار بزرگ اور ملک کی طول و عرض میں ہزاروں اعتکاف نشینوں کے معلم اور راہ سلوک کے استاد تھے۔ انتہائی حد تک پابندِ شریعت اور سنتِ نبویؐ، اور طریقتِ مرتضویؑ پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر، سب کے لیے قابل احترام تھے۔ تاہم سیاسی اختلافات، اور

NYF.Manzoor & MehmoodAbad Unit Karachi

مسلک نوربخشیہ کے نام پر ایک متنازعہ کتاب (سیرۃ معصومین) کی مندرجات پر شدید تنقید کی بنا پر کتاب کی حامیوں نے آپ کی سخت مخالفت کی جو آپ کے وفات کے بعد بھی جاری ہے۔ تاہم اس بات کے سبھی گواہ ہیں کہ بوافقیرؒ کے دسترخوان پر سبھی اپنے پرائے یکساں مہمان نوازی کے لطف اٹھاتے تھے۔ نظریاتی اختلافات پر کھل کر، دوٹوک اور اٹل موقف رکھتے تھے، جب کہ کسی فرد کی ذات سے ان کو کوئی پرخاش نہ تھا۔

دنیا جانتی ہے کہ بوافقیرؒ نے کسی قسم کی مروجہ تعلیم کہیں سے بھی حاصل نہیں کی، نہ کسی مدرسے کا شکل دیکھا نہ ہی کسی سکول میں باقاعدہ پڑھنے کا اتفاق ہوا، لیکن جب وہ بولتے تھے اور خصوصاً مخصوص مواقع پر جب ایک خاص کیفیت میں کسی موضوع پر بولتے تھے تو علم و دانش کے اتنے موتی بکھیر دیتے تھے کہ جید علماء دنگ رہ جاتے۔ سلسلہ ذہب کے بزرگان دین کی نادر تصانیف کا حوالہ دیتے جن کی صرف قلمی نسخے ہی دنیا کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث پاک کے علاوہ مرشدین سلسلہ ذہب کے واقعات، الفقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ کے عبارات ایسے برمحل سنا دیتے جیسے انہیں درساً پڑھا ہو۔

NYF Manzoor & Mehmood Abad Unit Karachi

بوافقیرؒ کے معتقدین اور معترفین میں جدید تعلیم یافتہ اور نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مخالفین کی طرف سے بوافقیرؒ پر کئی قسم کے اعتراضات اٹھاتے رہے، جن کا انہوں نے بذات خود اپنے مخصوص انداز میں مدلل جوابات دیے، اور دلائل کے ساتھ ان کی شخصیت اور طرز تخاطب ہمیشہ سے مخالفین پر بھاری رہا۔ ایک کمی اور تشنگی جو بوافقیرؒ کی زندگی میں شدت سے محسوس کی جاتی رہی وہ ان کی تعلیمات اور علم و حکمت کی اشاعت تھی۔

آپ کے مریدین عقیدت میں ماشاءاللہ بہت آگے تھے، ان میں نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی ہیں تاہم تصنیف و تالیف، تحقیق اور اشاعتی امور میں بوافقیرؒ کی اپنی انتہا خواہش

کے باوجود ان کی اپنی تعلیمات کو کتابی صورت میں محفوظ کرنے کی چنداں کوشش نہیں ہوئی۔ اس ضمن میں پہلی مرتبہ بوافقیرؒ اور ان کے رفقا کی حادثاتی موت کے بعد ان کی چہلم پر "عالمِ معنیٰ کا سفر" کے عنوان سے یادگاری کتابچہ سامنے لانے کی سعی کی گئی۔ اس کتاب میں پہلی مرتبہ بوافقیرؒ کی زندگی، ان کے مشن اور تعلیمات کے بارے میں اہل علم وقلم کے تاثرات، اخباری کالم، اور عالمانہ مقالے بھی شامل تھے۔ بواؒ کی زندگی کے چند اہم پہلوؤں کی تصویری جھلکیاں اور اخبارات کے تراشوں کے ساتھ سوشل میڈیا کے کچھ تاثرات بھی شامل تھا۔ اس کتابچے کی بے حد پذیرائی ہوئی۔ اس یادگاری میگزین کے بعد "نوائے صوفیہ انٹرنیشنل" نے بوافقیرؒ کی حیات وتعلیمات پر خصوصی شمارہ نمبر 127 فقیر محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، فقیر نامہ (مارچ 2017) شائع کیا۔ بروقت ان دونوں کاوشوں کی وجہ سے بوافقیرؒ کی حادثاتی رحلت اور واقعاتی تاریخ کسی حد تک محفوظ ہوگئی۔ تاہم ساتھ ہی بوافقیرؒ کی تعلیمات اور روحانی مشن کے بارے میں مبسوط کتاب لکھنے کی ضرورت بھی شدت سے محسوس کی گئی، جس کے لیے بوا مرحوم کے خطابات، خطبات، تقاریر اور غیر رسمی انٹرویوز بنیادی منابع ہیں۔ اگرچہ بوافقیرؒ کی اپنی زندگی میں ایسا ممکن نہ ہوا، تاہم اللہ کا شکر ہے کہ صوفیہ نوربخشیہ کی روحانی نشاۃ ثانیہ کا یہ دور ٹیکنالوجی کا بھی دور واقع ہوا اور کم وبیش فقیر ابراہیمؒ کے اکثر اہم خطابات کی آڈیو یا ویڈیو ریکارڈنگ محفوظ ہیں، جنہیں علمی دِقتِ نظر سے تدوین کے بعد اشاعتی صورت میں محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ چونکہ تقاریر یا خطابات سامعین کی نوعیت اور توقعات، مواقع کی مناسبت، وقت کے تقاضوں اور انہیں ایام کے مخصوص زمینی حقائق کے پیش نظر فی البدیہہ کلام پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے کسی بھی تقریر کو بعینہ ٹرانسکرائب اور ترجمہ کر کے پیش کرنے سے شاید زیادہ علمی فائدہ ممکن نہیں۔ بوافقیرؒ کی تقاریر کسی پروفیسر کے تیار شدہ لیکچر کی طرح تو ہے نہیں جو صرف ایک

NYF Mansoor & Mehmood Abad Unit Karachi

مخصوص موضوع پر ایک مخصوص سامعین کے لیے تیار کیے جاتے ہیں۔ ان کا خطاب عوام الناس، عام سامعین و ناظرین جن میں ہر طبقے اور عمر کے لوگ موجود ہوتے جید علماء سے لے کر سادہ لوح نا خواندہ افرد بھی شامل ہوتے۔ یوں سامعین کی ایک تنوع کو مد نظر رکھنا خطابت کا ایک اہم جزو ہوتا ہے جس کی بنا اسے بعینہ تحریری مواد کی صورت پیش کرنا مشکل ہے۔ ایک اور مشکل یہ پیش آتی ہے کہ عموماً خطابات ملتی زبان میں ہیں، اکثر و بیشتر اردو ملتی مکس بھی ہیں۔ عربی اور فارسی عبارات ان کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا تقاریر کی درست مفاہیم تک رسائی کے لیے چاروں زبانوں میں شناسائی ضروری ہے۔ خصوصاً جب عوامی اجتماعات میں تقریر کے دوران نعروں اور خراج تحسین کے شور اور کمزور ریکارڈنگ کی وجہ سے اہم الفاظ واضح نہیں سنائی دیتے، ایسے میں پیراگراف کی پس منظر کے ساتھ اصل الفاظ جو کسی بھی زبان میں مکس ہے، ان کا استنباط ہے جو مفہوم کے ساتھ بالکل برابر آئے۔

یہ بھی دیکھا گیا کہ اکثر تقاریر میں انتہائی اہمیت کے حامل موضوعات اور اثر پذیری کے اعتبار سے زیادہ موثر نکات کو دہرایا جاتا تھا۔ اپنے موقف کی تائید میں موجود دلائل کا تکرار اس لئے بھی ضروری ہوتا تھا کیونکہ مختلف محافل کے سامعین مختلف ہوتے تھے، یوں بنیادی باتیں اور نکات کم وبیش اکثر تقاریر اور خطابات میں دہرائے جاتے تھے۔

علمی اعتبار سے ایک اہم ترین بات جس کی جانب اشاعت کے لیے توجہ مبذول کرنے کی نہایت ضرورت ہے وہ ہے اعتکاف کے آداب و شرائط، احوال و مقامات، مشاہدات و واردات سے متعلق تفصیلات، جو کتابی صورت میں موجود نہیں۔ اسی طرح ریاضت کے دیگر بہت سے امور جو جدید دور کی تقاضوں کے مطابق نہایت اہمیت کے حامل ہیں، جو تزکیہ نفس کی تربیتی سلسلے میں رہنمائی کا کام دے ان کا مبسوط انداز میں ایک گائیڈ بک

NYF Manzoor & Mehmood Ahmad Unit Karachi

یا نصاب کی حیثیت سے اشاعت وقت کا اہم تقاضا ہے۔ سلسلہ ذہب کی بزرگان دین تصانیف کثیرہ کے مالک رہے ہیں، اعتکاف کے ارکان، شرائط اور آداب کے علاوہ ذاتی واردات کی چند مثالیں کتابوں میں ملتی ہیں تاہم عملی تربیت کے ساتھ سالکین کے مختلف مسائل کا حل اور ان کے واردات کی ترجمانی نہایت ہی وسیع میدان ہے، جس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ تیراکی کے رموز پانی میں اترے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتے۔ بوافقیرؒ کی تعلیمات کے اس عملی اور علمی پہلو کو "رموزِ ریاضت" کے عنوان سے کتابی صورت میں محفوظ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ تاکہ سلسلہ نوربخشیہ کے مطابق تزکیہ و ریاضت کی اس زندہ مثال کو روحانیت کے متلاشیوں اور آئندہ نسلوں تک منتقل کیا جاسکے۔

بوافقیرؒ کی تعلیمات کو تحریری صورت میں محفوظ کرنے کی ایک نادر کوشش آپ کے بڑے بھائی حضرت بواشکور نے کی ہے جو آپ کے انتہائی قریبی مرید اور نیم مجذوب صاحبِ حال ہے۔ گھر کا فرد ہونے کی حیثیت سے جب بوافقیرؒ چھلو میں تشریف فرما ہوتے یا ضلع گانچھے میں کہیں اعتکاف نشین ہوتے تو بواشکور التزام کے ساتھ ہوتے اور ان کی خطابات اور تقاریر عموماً دینی امور سے متعلق سالکین کے سوالات پر بوافقیرؒ کے جوابات کو بغور سنتے اور فارغ اوقات میں ان خطابات کی مفاہیم کو تحریری صورت میں محفوظ رکھتے تھے۔ ان کی کاوشوں کا سن کر راقم (ترجمان)، بوافقیرؒ کے داماد جناب عارف حسین، اور بوابا دوا فاؤنڈیشن کے چیئرمین جناب محمد جان بواشکور کے پاس گئے۔ بواشکور اپنی تحریروں کے ساتھ جو کھلے کاغذوں میں کئی فائلز پر مشتمل تھا اپنے کمرے میں مصروف تھے۔ طویل گفتگو کے بعد کمال عنایت سے بواشکور نے ہمیں ان تحریروں سے بھی استفادہ کرنے کی اجازت دی۔ جب بلتی میں بولتے ہیں تو بواشکور کا بھی اندازِ تخاطب، لہجہ اور دلائل بالکل بوافقیرؒ جیسا ہے۔ بواشکور نے شکایتی

NYF Manzoor & Mehmood Ahad Unit Karachi

انداز میں فرمایا کہ متقدین نے علم کے اس سمندر سے استفادہ تو کیا لیکن اس علمی سرمایے کو آئندہ نسلوں تک محفوظ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ خود پرائمری پاس ہیں اوران کی تحریر شاید اشاعتی معیار کے نہ ہوں تاہم ایک ذمہ داری اور فریضے کے طور پر وہ ان علمی مفاہیم کو محفوظ کررہے ہیں۔

جب بواشکور کی تحریروں کا مطالعہ کیا گیا (جو عام قارئین کو پڑھنے میں قدرے دشوار بھی ہے) تو معلوم ہوا کہ یہ وہی مفاہیم اور موضوعات ہیں جن پر بوافقیرؒ اکثر محافل میں خطاب فرماتے تھے۔ ان اہم موضوعات کے علاوہ کچھ دیگر موضوعات اور مفاہیم بھی ہیں جن پر کافی تحقیق وتدقیق اور شرح کی ضرورت ہے۔ انشاءاللہ آنے والی وقتوں میں ان پر بھی کام کیا جائے گا۔ بواشکور نے اپنے نام بوافقیرؒ کا ایک پرانا خط بھی دکھایا جو 1962ء میں اولڈنگ سے لکھا تھا جب بوافقیرؒ پاک آرمی میں تھے۔ اس خط کی مندرجات اور بواشکور کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بوافقیرؒ کو اپنے مرشد سے اِذن ارشاد اسی عرصے یعنی 1962ء میں ملا تھا۔ اس خط میں بواشکور کو ایک مرید کی حیثیت سے بیٹا کہہ کر بھی خطاب فرمایا ہے۔ خط کے مندرجات سے علم الیقین کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو دنیاوی اموراور دینی امور کے مابین ترجیحات کے بارے میں ہدایات پر مشتمل ہے۔

مسلک نوربخشیہ میں دیگر ریاضات واعمال کے ساتھ اعتکاف نشینی تزکیہ نفس کا ایک عملی تربیت کا نصاب ہے، جسے کامیابی سے انجام دینے والا ہی اس کی لذتوں اور فوائد سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ نفسِ انسانی میں جو حیوانی عنصر ہے، وہ سہل پسندی، آرام طلبی اور نفس پرستی کی طرف راغب کرتی ہے (انّ النفس لامارة بالسوء)۔ تصوف دراصل اسی نفس امارہ کی تزکیہ اور تربیت کا نام ہے۔ صوفیانہ ریاضات کی مدد سے، اس نفس کو نفس انسانی کی

NYF Manzoor & Mehmood Abad Unit Karachi

خوبصورت معراج یعنی نفس مطمئنہ تک ترقی دے سکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک آدمی جس کی سستی اسے کسبِ معاش کے لیے تگ ودو کرنے سے بھی روکتی ہے، عبادات کے لیے اس کی آمادگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اگر کسی ایسے آدمی کو نماز میں سرور ملنا شروع ہو جائے، سجدوں میں لطف آئے، ذکر الٰہی میں ذوق وشوق دیدنی ہو جائے، سوز وگداز کی ایسی کیفیت ہو کہ کسی مقدس ہستی کا نام لیتے ہی آنکھیں پرنم ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ صوفیانہ ریاضات اور اعتکاف نے اس بندے کو کیا سے کیا بنایا ہے۔ کاہلی سے ریاضت کا سفر، بدذوقی سے ذوق وشوق کا علم، سنگ دلی سے سوز وگداز کی کیفیت، خودغرضی سے انسان دوستی کا سفر، بے رحمی کی کیفیت سے (شفقت علیٰ خلق الله) مخلوق خدا پر شفقت کو مشن بنانے کا عمل کوئی معمولی سفر نہیں، اسے معجزہ نہ کہیں تو یہ معجزے سے کم بھی نہیں۔ اس بات کا اندازہ انسانی نفسیات کے ماہرین بہتر لگا سکتے ہیں کہ ایک عاقل بالغ بگڑے عادات والے انسان کو نیک عادات واطوار تک کیسے لایا جا سکتا ہے اور یہ عمل کس قدر مشکل ہے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ انتہائی نشے کے عادی افراد کو بغیر کسی مادی علاج کے صرف عبادات اور تربیت سے دنوں کے اندر اور کسی کو ہفتوں کے اندر نہ صرف نشے سے جان چھڑائی بلکہ اسے پابند صوم وصلواۃ اور با اخلاق نرم مزاج انسان بنا دیا۔ ایک نشئی بندے کی مزاج کو وہی بہتر جان سکتا ہے جن کو ان سے روزانہ کا واسطہ پڑتا ہے۔

الغرض تہذیبِ نفس اور تزکیہ کی تربیت میں اعتکاف ایک بنیادی عمل ہے اور اس کی تفصیلات اور گہرائیوں کا اندازہ عملاً ہی کیا جا سکتا ہے۔ جس کے لیے کسی بھی اجازت یافتہ استاد کی نگرانی میں اعتکاف کا تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ فقہی کتابوں الفقۃ الاحوط میں، اعتکاف کا حکم، عمومی شرائط اور آداب کا اجمالی تذکرہ موجود ہے، تفصیلات نہیں۔ تفصیلات اور عملی تربیت کے لیے کامل مکمل مرشد کی شاگردی کا حکم ہے جو اسے تمام آداب ورموز، شرائط وضوابط اور

NYF Manzoor & Mehmood Abad Unit Karachi

فوائد وتعبیرات سے روشناس کرائے۔تاہم عام قارئین کے لیے اس سے آگاہی اور اعتکاف کے بارے میں اُٹھائے جانے والے اعتراضات کی جوابات کی اشاعت ضروری ہیں جو بوا فقیرؒ کی تقاریر اور خطابات سے اخذ کیے گئے ہیں۔ چند خطابات اور تقاریر کے زمانی اور مکانی حوالے ممکن ہیں جبکہ زیادہ تر خطابات کی آڈیو ریکارڈنگ میں مقام، موقع، اور تاریخ کا پتہ نہیں چلتا، اس لیے ان خطابات کا مکمل حوالہ ممکن نہیں۔

ان تمام حقائق، مشکلات اور ترجیحات کے پیش نظر مفاد عامہ اور علمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ اہم موضوعات پر بوا فقیرؒ کے اہم خطابات سے متعلقہ اقتباسات کو مضمون کی صورت میں جمع کیا جائے۔کوشش یہ کی گئی ہے کہ خطابات کی متن کا براہ راست ترجمہ کیا جائے۔ جہاں براہ راست ترجمہ میں دشواری پیش آئی وہاں اقتباسات کے مفاہیم لکھے گئے ہیں۔

چونکہ اس کتاب کا اصل مدعا اہم، ترجیحی اور منتخب موضوعات خصوصاً "رموزِ ریاضت" پر بوا فقیرؒ کی اصل تعلیمات اور علمی اثاثے کو محفوظ بنانا اور قارئین تک پہنچانا ہے، اس لیے سیاسی اور اختلافی نوعیت کی مناظراتی اور ذیلی مباحث، خطابات اور اقتباسات شامل نہیں۔صرف علمی مواد شامل ہیں۔اس پورے مواد کی پروف ریڈنگ استاد محترم جناب سید ابراہیم صاحب (چھوار) ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے کی ہے جو بوا فقیرؒ کے قریبی رفقائے کار اور پرانے مرید ہیں۔اسی طرح بوا فقیرؒ کے مرید خاص، اور آپ کے بعد سالکین کے استاد صوفی رستم علی انجم جو عملی اعتبار سے اربعینی اعتکاف کے استاد الاساتذ ہونے کے علاوہ مروجہ علوم میں بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، آپ نے اس مسودے کی نظر ثانی کی ہے، تاکہ کوئی بھی جملہ یا مواد بوا فقیرؒ کی منشا کے خلاف نہ ہو۔

NYF Manzoor & Mehmood Abad Unit Karachi

اس مختصر کتاب کے لیے دورِ حاضر کی علمی تقاضوں کے حامل موضوعات پر مشتمل خطابات کو منتخب کیا گیا۔ ان خطابات کی بنیای موضوعات ہیں: آدابِ ریاضت، اعتکاف نشینی کے اسرار و رموز، جہادالاکبر کے شرائط، مرشد کی صفات اور شرائط، نوربخشی عقیدہ ولایت، خیر البشر کا مفہوم، مقام اہلبیتؑ، نوربخشی کونیات، بنیادی عقائد خصوصاً عقیدہ ختم نبوت، تحفظ قرآن، عقیدہ امامت، وارداتِ روحانی وغیرہ۔

اس کتابچے میں اگر کہیں کسی قسم کی علمی کوتاہی ہوتو اسے ترجمان کی کوتاہ فہمی سے تعبیر کیا جائے اور ترجمانی کا حق ادا نہ ہونے سے تعبیر کیا جائے کیونکہ فی البدیہہ خطابات کی بھی پس منظر میں بہت کچھ موجود ہوتا ہے جن سے ترجمان لاعلم ہوتا ہے، وہ صرف خطاب کے جملوں کو سُن اور دیکھ کر ترجمانی کی کوشش کرتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ترجمان کے مرحومین کی ارواح کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے خیر کی اپیل ہے۔

ترجمان

NYF Manzoor & MehmoodAbad Unit Karachi

عرضِ ناشر

الحمد لله رب العٰلمین و الصلواۃ والسلام علٰی خاتم النبینؐ و علیٰ آله
و اصحابه اجمعین

شاہ ہمدان پرنٹنگ پریس، راولپنڈی کے قیام کا بنیادی مقصد سلسلہ ذہب کے بزرگوں کی تعلیمات کی نشر واشاعت ہے۔ مرشد اعظم الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ نے اپنی دست مبارک سے ادارہ ہذا کا افتتاح کیا تھا۔ اب تک کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لیے ایک نئی تجربہ کار ٹیم نے پریس کا انتظام سنبھال لی ہے۔

مرشد اعظم الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ کی خطابات اور تقاریر کو تحریر میں بدلنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر صاحب نے اپنی مصروفیات میں سے قیمتی وقت نکال کر اس بیش قیمت خزانے کو قارئین تک پہنچایا، ادارہ اُن کا مشکور و ممنون ہے۔

NYF Manzoor & Mehmood Abad Umt Karachi

چونکہ اس کتاب میں کچھ خطابات اور تقاریر کی ترجمانی کی ہیں۔ بہت سے ابھی باقی ہیں ان کی ترجمانی کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ مرشد اعظم الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ کی اصل تعلیمات کو عام کریں۔

مرشد اعظم الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ کی خطابات اور تقاریر کو ایک ہی کتاب میں

سمونا بہت مشکل ہے اس کی کئی جلدیں بن سکتی ہیں۔ لہٰذا ادارہ جناب ڈاکٹر ذاکر صاحب اور دیگر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے اُمید رکھتے ہیں کہ جلد از جلد باقی خطابات اور تقاریر کی بھی ترجمانی کریں۔ اور مخیّر حضرات ان صوفیانہ تعلیمات کو پھیلانے میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔

بحیثیت انسان، خطا سے مبرا نہیں۔ اگر کوئی غلطی آپ کو نظر آئے تو ادارے کو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ اشاعت میں درستگی کریں۔

والسلام

شاہ ہمدان پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

ای میل: shhppress@gmail.com

NYF Manzoor & MehmoodAbad Unit Karachi

رموزِ اعتکاف

(یہ خطاب بوافقیر رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الارا خطابات میں سے ایک ہے۔ اس کی آڈیو فائل ایک گھنٹہ نومنٹ پر مشتمل ہے جس کی ریکارڈنگ تاریخ 21 اگست 2010ء ہے۔ فائل نام کے مطابق یہ موتی سپنگ موجودہ گلستان تصوف میں اعتکاف کی اجتماع سے خطاب ہے۔ خطاب کی متن یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس خطاب کی اولین سامعین اصحاب کہف اعتکاف کے معتکفین ہیں۔ چونکہ سامعین مخصوص مریدین ہیں اس لیے خطاب کا نہج بھی انتہائی مرکوز، دقیق اور تکنیکی اعتبار سے انتہائی بلند ہے۔ اس خطاب میں کم وبیش اعتکاف کی نہایت بنیادی اُمور، خواص، اور عملیات وآثار کا مجمل تذکرہ ہے۔ اس خطاب کے حوالے سے اہم ترین بات یہ ہے کہ اعتکاف کے بارے اس قدر جامع بیان کسی کتاب میں اس طرح سے موجود نہیں۔ یہ خطاب ایک مرشد اور استاد کی حیثیت سے اپنے علوم، مہارتوں اور اعتکاف سے متعلق اسرار ورموز پر مکمل عبور ہونے کی ایک واضح ثبوت ہے)

NYE Manzoor & Mehmood Abad Unit Karachi

بسم الله الرحمن الرحیم

و عھدنا الی ابراھیم و اسماعیل اَن طھرا بیتی لطائفین، و العاکفین و الرکع السجود (البقرۃ 125) آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ المولانا العلی العظیم

باری تعالیٰ کے لیے حمد وثنا اور محمدؐ وآل محمدؐ پر ہزاروں درود وسلام کی تحائف پیش کرنے

کے بعد۔قرآن پاک کی جو آیت تلاوت کی ہے۔وہ قرآن جس کے بارے میں فرمایا

انه لقرآن مبین ، فی کتاب مکنون

یہ بڑی شان والا قرآن ہے، یہ کاغذ اور سیاہی نہیں بلکہ لوح محفوظ پر موجود ہے، رقم ہے۔

لا یمسه الاالمطهرون

پاکیزگی کے بغیر اس کو چھونا بھی نہیں۔

تنزیل من رب العلمین

اے رسول آپ سے پوچھیں گے، کس نے نازل کیا تو فرمادیجیے، اسے رب العالمین نے نازل فرمایا۔اس ہدایت سے بھرپور کلام مجید میں ارشادخداوندی ہے:

"اور ابراہیم اور اسماعیلؑ سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو طواف اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے پاکیزہ بنائے"۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیت اللہ در اصل طواف کرنے والوں، اعتکاف نشینوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کا مہمان خانہ ہے۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

پروردگار اس کعبہ کے موجد اور بانی حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام سے وعدہ لیتا ہے۔ وعدہ اس انداز سے لیتا ہے کہ جب کسی کے گھر میں کوئی خاص مہمان آنے والا ہوتو صاحب خانہ گھر والوں کو ہدایت دیتا ہے کہ گھر کو اس طرح سے سجانا۔اس طرح تیاری کرنا۔ بالکل اسی طرح پروردگار نے حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے مخاطب ہوکر وعدہ لیا کہ اس گھر کو صرف مصلیٰ ہی نہیں بنانا ہے۔ دونوں سے وعدہ لیا کہ اس کو پاک

رکھیں میرے ان مہمانوں کے لیے جو عنقریب آنے والے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں تین قسم کے مہمانوں کے لئے خانہ خدا کو پاک رکھنے کا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے عہد لیا ہے۔ اس میں طواف کرنے والوں (یعنی حج وعمرہ کرنے والوں)، پھر اعتکاف کرنے والوں اور آخر میں رکوع وسجدہ کرنے والے مہمانوں کا ذکر ہے۔

جس طرح عرب میں دُلھا کو لے جاتے ہوئے اس کو زیب وزینت دی جاتی ہے، اس کے شاندار استقبال کے تمام لوازمات پورے کیے جاتے ہیں۔ ایک گروہ دُلھا کی حفاظت کے لیے آگے آگے چلتے ہیں۔ پھر حمد وثنا اور درود وسلام پڑھنے والے دُلھا کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر تیسرا گروہ دلھا کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اس آیت مبارکہ میں مہمانِ خصوصی کے طور پر اعتکاف نشینوں کا تذکرہ درمیان میں ہے جو حمد وثنا کے زیب وزینت کے ساتھ دُلھا کے ساتھ چل رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ حج اور رکوع وسجدے کا نچوڑ اس میں ہے۔

مہمان خصوصی اس لیے کہ عام حالت میں اگر کوئی فرد حالت جنابت میں ہوتو اس کا مسجد کے قریب جانا حرام ہے، لیکن اگر چہ ایسا نہیں ہوتا، دائم الوضو کا یہی مدعا ہے اور ہمیشہ بیدار رہنے کا بھی ایک فلسفہ یہی ہے۔ پھر بھی اگر اتفاقاً کسی کو حالت اعتکاف میں نیند کی وجہ سے احتلام ہو جائے تو کوئی اشکال نہیں۔ فوری طور غسل کرنا واجب ہے۔ عام حالت میں خواہ کوئی بھی شخص ہو، حالت جنابت میں مسجد میں جانا جائز نہیں۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

لیکن معتکفین کے لیے کوئی اشکال نہیں، جونہی ایسا واقعہ پیش آئے فوراً تیمم کرنے کے بعد کسی سے بات کیے بغیر غسل کے لیے جانا چاہیے۔ اس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے، نہ اعتکاف۔

جس طرح حج کے دوران شکرانے اور دعا کے لیے حج تمتع کیا جاتا ہے۔ تمتع متاع سے ہے، جو دولت (کی شکرانے اور عطا) کے لیے کی جاتی ہے۔ اپنے مقصد کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ اسی طرح نماز میں سوائے الحمد لله رب العلمين یعنی تمام تعریفیں عالمین کے پروردگار کے لیے ہے، جو بھی تعریف ہو صرف اللہ ہی لائق تعریف ہے۔ اور رحمٰن ورحیم کا اقرار کرنے کے بعد باقی سورۃ فاتحہ پھر اپنے مقاصد اور غرض بیان کرنے کی دعا ہے۔ یعنی ہمیں سیدھی راہ دکھادیں، وہ راستہ جس پر تو نے اپنی نعمتوں کی بارش کردی ہے نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو غضب ناک ہوا ہے۔ حج کا فلسفہ بھی اپنے جسم، مال اور روح کی پاکیزگی کے غرض سے ہے۔ اعتکاف وہ واحد عمل ہے جو دوسروں کے لیے کیے جاتے ہیں۔ اپنی ذات کو اس کا صلہ ضرور ملتا ہے لیکن اس کا مدعا دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانا اور گناہوں سے بچانا ہے۔ چند بندے اعتکاف میں بیٹھے تو باقی گناہگار ہونے سے بچ جاتے ہیں، اعتکاف فرض کفائی کی مانند ہے۔ یوں اس کا مقصد اور بنیاد ہی خالصتاً للّٰہیت ہے۔ اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا جو خدا اور دین کے دشمن یعنی شیطان خناس سے مقابلہ کے لیے آتا ہے۔ اس لیے آج خناس سے مقابلہ کے لیے تمام معتکفین نے سورۃ صٰفّت کا کورس کیا ہے، جو کہ خناس کے خلاف

NYE Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ ہمارے ہاں طواف کا مفہوم ذرا مختلف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب سستی چھا جائے تو اسے ختم کرنے کے لیے شاگردوں کو ستون کے ارد گرد گھومنے بھیجتے ہیں۔ یہ اعتکاف کی طواف ہے۔ دوسرا طواف حج میں خانہ کعبہ کا طواف ہے جو کہ طوافِ شریعت اور حج کا رکن ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت کا اعتکاف حضرت یوشعؑ نے میدان میں کیا۔ اس سے قبل محلوں میں کیا جاتا تھا۔ جیسے حضرت جرجیسؑ کا واقعہ ہے۔ جب حضرت جرجیسؑ نے گاؤں اور محلے کے اندر اعتکاف کیا تو گاؤں کے خناس نے اہل محلّہ کو مشتعل کیا، ان لوگوں نے حضرت جرجیس کے ساتھ جنگ کیا۔ ان کے ہزار لوگ مرے تو باقی لوگوں نے آ کر کہا اگر یہ ہزار لوگ پھر سے زندہ کیے جائیں تو ہم ایمان لائیں گے۔ حضرت جرجیس نے حکم خدا سے ان کو زندہ کیا، تو دوبارہ زندہ ہوئے، انہیں میں سے بھی کسی نے ایمان نہیں لایا۔ اس کے بعد حضرت ذکریا کا واقعہ ہے۔ حضرت ذکریا محلے کی مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ آپ وضو کے لیے نکلے تو محلے والوں نے آپ کا پیچھا کیا، آپ بھاگے اور سامنے ایک درخت آیا تو اس نے پناہ دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ نہ آگے گئے، نہ پیچھے موجود ہے، تو کہا کہ اس جادوگر نے اپنے آپ کو درخت کے اندر چھپایا ہے، لاؤ آری لاؤ اور اس درخت کو چیر دو۔ قرآن پاک کی آیت صریحہ ہے بالکل وضاحت سے فرمایا ہے۔ اسے کہتے ہیں آیت واضحہ۔ جب آری سر کے نزدیک پہنچا تو حکم خداوندی ہوا، ذکریا اُف تک نہیں کرنا اگر ایسا کیا تو میرے محبوبین میں سے نہیں۔

NYF Manzoor & Mehmood Jahad Unit Karachi

خناس ایسا کرے تو آپ اُف تک نہ کریں۔ حضرت طالوتؑ اور جالوت کے مقابلے کا موقع آیا تو چلو بھر پانی پر امتحان لیا۔ جو صرف اک چلو بھر پیئے وہ کامیاب، جو اس سے زیادہ پئے وہ ناکام اور گمراہ اکثریت گمراہ ہوئے۔

پھر حضرت یوشعؑ علیہ السلام نے اعتکاف کو میدان میں نکالا۔ حضرت یوشعؑ انتہائی ہوشیار، عقل مند، دانا اور رسول کریم کے بعد خدا کی رضا طلب کرنے کا سب سے ماہر پیغمبر گزرا ہے۔ اس شہاب ثاقب کا مجدد حضرت یوشعؑ ہے، آپ نے میدان میں نکل کر خناس کا مقابلہ کیا۔ آبِ حیات دریافت کرنے والا بھی حضرت یوشعؑ ہے۔ شہاب ثاقب کی جگہ کا تعین کرنا بھی حضرت یوشعؑ نے سکھایا ہے۔ ہم اسے شہابیہ یا آسمانی آگ (بجلی) کہتے ہیں۔ جگہ کا تعین ضروری ہے۔ اگر یہ مخصوص متعین جگہ سے ہٹ کر گر رہا ہو تو اسے واپس اسی جگہ پر لانا۔ وہ جس جگہ گرتا ہے، اس جگہ کو جلا دیتا ہے، جہاں پر معدنیات پک جاتے ہیں جس سے ہیرے، جواہرات بننے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس میں مفاد ہے، نقصان نہیں تاہم اسے آبادی سے بہت دور ہونا چاہیے۔ خناس جس طرح شہاب ثاقب سے ڈرتا ہے اور کسی شے سے نہیں ڈرتا۔ شہاب ثاقب کے بعد پانی کا کورس مکمل کرنے والا پانی کو حکم دے سکتا ہے۔ پانی پر موجود مؤکل کی کمان حضرت خضر علیہ السلام ہے۔ ان کے ساتھ چار ولی ہیں۔ ان کو اشارہ کرلیں تو پانی پر کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد (کہف میں) ہوا پر کورس نہیں کرنے والا کوئی نہیں۔ یعنی مرسلات پر کورس سب نے کیا ہے۔ آج ضرورت پڑے تو ہوا کو چلایا جا سکتا ہے، گرمی

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

ہوگیا تو ٹھنڈا کرنا، سردی لگے تو گرم کرنا۔ اس میں گرم اور ٹھنڈا کرنے کا طریقہ بھی ہیں۔ یہ طریقہ رسول کریمؐ نے غار حرا میں اپنایا تھا۔ غار حرا کے ایک طرف مسجد خیف، ایک طرف مسجد مشعر الحرام، ایک طرف مسجد نمرہ اور ان سب کے بیچ میں غار حرا واقع ہے۔ غار حرا میں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ تو اس سورت مبارکہ والمرسلٰت عرفا۔ قسم ہے ان نرم نرم چلتی ہوئی ہواؤں کی قسم۔ جب رسول کریم کو غار حرا میں گرمی ہوتی تو یہ آیت پڑھتے تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی۔ اعتکاف میں یہ اسم تین مرتبہ یا ایک مرتبہ پڑھ کر اگر وہ (استاد) اشارہ لیں تو خود بخود ہوا چلنے لگے گا۔ ہوا پر کنٹرول کا ایک اور عمل صبح کے وقت ہے۔ جنہیں ہم سیاحان عالم معرفت کہتے ہیں۔ سیاح اولیاءاللہ کا گروہ ہے۔ آسمان میں سیاح فرشتوں کا ایک گروہ ہے، وہ صبح صادق کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔ ان کے آتے ہی ہر ذی روح بیدار ہوتا ہے۔ مرغ آذان دیتا ہے، ہر جانور اپنے انداز میں ذکر الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ یہ ہوا ہر ایک کو جگا دیتا ہے۔ اس بیداری کے ساتھ اگر انسان اُٹھ بیٹھے تو اس کا شمار زندوں میں ہوگا اور اگر وہ دوبارہ سو جائے تو اس کا شمار مُردوں میں ہوگا۔ پھر شیطان سستی پیدا کرے گا۔ اُس وقت کی فرشتوں کیا اُس گروہ کی ذکر کو جاننے والے، ان کے ساتھ ذکر میں شامل ہونے والوں کو سیاحان عالم معرفت کہتے ہیں۔ ان سیاح فرشتوں کی گروہ میں شریک ہونے والوں کو سیاحانِ عالم معرفت کہتے ہیں اور صبح چلتی ہوئی اُس ہوا کو "والمرسلٰت عرفا" کہتے ہیں قسم ہے ان نرم نرم چلتی ہوئی ہواؤں کی۔ وہی کیفیت حالت اعتکاف میں جب سستی آجائے یا گرمائش زیادہ ہو

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

تو یہ ہوا چلتی ہے اور چلائی جاتی ہے۔تو ہوا پر کورس کرنے والوں کے لیے اس میں یہ خصوصیت ہے۔ پانی پر کورس کرنے والا، پانی پر امر کر سکتا ہے پانی کو حکم دے سکتا ہے۔ پانی تو بے جان ہے لیکن یہ اپنا کام کرے گا۔ دراصل پانی پر مامور مؤکل حضرت خضر اور ان کے ساتھی کام کرتے ہیں۔اب ہم کورس تو پانی کا کرتے ہیں لیکن اس میں بہت سی اور حکمتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ یہ سب کس لیے کیے جاتے ہیں، اس لیے کہ اس اعتکاف کو کامیاب بنائیں۔ خناس کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں، اور جہادِ اکبر کے اس سلسلے کو قائم اور جاری وساری رکھیں۔ یہ تمام کورس شیطان خناس لعنتی سے بچاؤ اور اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔اگر سال بھر میں یہ کورس کیے ہوئے ہوں تو آج ضرورت کے موقع پر یہ کام آئیں گے۔ اگر یہ کورسز مکمل کیے ہوں تو کبھی بھی اعتکاف میں سستی نہیں ہوگی۔ اگر یہ کورس مکمل ہوں تو اعتکاف کا ہر مرحلہ معمول کے مطابق چلے گا ورنہ سستی ہوگی۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

رب العزت کے اشارے کے مطابق رسول کریم کا فرمان، غوث المتاخرینؒ فقہ الاحوط میں فرماتے ہیں۔ حالت اعتکاف میں سب سے زیادہ ہوشیار اور مستعد رہنے کا وقت کون سا ہے۔(یہاں پر بو افقیرا اپنے شاگردوں سے سوال کرتے ہیں، پھر خود جواب دیتے ہیں)۔مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت سب سے اہم ترین ہے۔اس وقت تلاوت کریں۔ شام کے وقت سستی نہ ہونا اولین شرط ہے۔ اسی لیے غوث المتاخرینؒ نے فرمایا کہ اعتکاف کے دوران مکمل افطار عشاء کے بعد کریں۔مغرب پر

صرف روزہ کھول کر نماز پڑھیں اور ورد و وضائف پڑھیں، اور نوافلات ادا کرتے رہیں۔اس دوران تلاوت اور ذکر میں مصروف رہیں۔باقی اوقات میں اتنی تاکید نہیں کی ہے، فقہ الاحوط میں فرماتا ہے کہ اس وقت بالکل مصروف رہیں۔دراصل اس میں ایک خاص نور ہے۔دنیاوالوں کوخواہ وہ عالم ہو، مفتی ہو، کچھ بھی ہواپنے اولا دسید ھے نہیں کر سکتے۔امکان یہ ہے کہ اس نور کے یہ آثار مغرب اور عشاء کے درمیان ہے جو انسانوں کوراہ راست پرلانے کی تاثیر رکھتاہے۔اس عرصے میں یہ لہر چلتی ہے۔اسی وجہ سے ہمارے بزرگوں نے زیادہ تر نوافل مغرب اور عشاء کے درمیان رکھا ہے دعوات صوفیہ میں۔اس میں کچھ آثار ہیں۔جس طرح صلاۃ الوسطیٰ کا نمازوں کے دوران ہونا، لیلۃ القدر کا رمضان المبارک میں ہونا ہے، اسی طرح اعتکاف کے وہ آثار مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔وہ نور، وہ لہر، اطوار سبع قلبیہ، انوار متنوعۃ الغیبیہ یعنی سات انوار کانزول، سات حجابات کا اٹھنا، سات (غیبی) دروازوں کا کھلنا، جب یہ سب ہوجائے تو مکاشفات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔مکاشفات کشف کی جمع ہے۔مکاشفات میں کشف القلوب یعنی دلوں کا حال معلوم ہونا، پھر کشف القبور، یعنی مردہ ارواح سے بات چیت کرنے کے قابل ہونا، پھر کشف الشہو دیعنی بے جان اشیا پتھر، لکڑی، پانی، ہواوغیرہ سے بات ہونا یعنی ان کی کیفیت کاعلم ہونا۔یہ اسرار حاصل ہو سکتے ہیں۔

اعتکاف میں اساتذہ پیچھے رہتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے، شاگردوں سے سوال)۔وہ پیچھے رہ کر شاگردوں کے دلوں کی کیفیات جان سکتے ہیں اور اگر ان میں

شیطانی وسوسے پیدا ہوں تو ان کا مناسب حل نکالتے ہیں۔ اگر ان میں سستی آجائے تو یہ استاد کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ آج میں تقریر کرنے نہیں جارہا، ہماری ضرورت کی اہم ترین باتیں بیان کررہا ہوں۔ اعتکاف کے فرائض سے آگاہی اور متعلقہ طاقتوں (پاور) کی ضرورت ہے۔ دو قسم کی پاور اور تین قسم کی روحانیت حاصل ہوئے بغیر اعتکاف نہیں چلا سکتا ہے۔ آپ استاد کی ظاہری حیثیت اور شکل وصورت دیکھ کر یہ نہ سوچیں کہ وہ اَن پڑھ ہے، نادان ہے، یا نا قابل ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ اصول اعتقادیہ میں تین اجسام کا ذکر ہے کثیف، خفیف اور لطیف۔ اسی طرح شرح گلشن راز میں تین اجسام یا ارواح کا تذکرہ بدنِ حقیقی، بدنِ مثالی اور بدنِ آثاری کے عنوانات سے کیے ہیں۔ ان اروح کو دو قسم کے پاور حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہی قوتیں معاملات کو چلاتے ہیں۔ اور یہ تین (روحانی) قوتیں" کہف "اعتکاف سے آتی ہیں۔

کہف میں اربعینی عملیات وعبادات کیے جاتے ہیں، چالیس مساجد کی زیارت کرتے ہیں جوان ارواح کو قوت بخشتی ہیں۔ "اللھم اھدی قومی" کی دعا مانگ کر یہاں کہف اعتکاف میں بیٹھے ہیں۔ کہف میں اس کے علاوہ گنجائش نہیں، یعنی یہ ہدایت کی عمل ہے۔ چالیس دن روزہ رکھتے ہیں، کیوں؟ اسی کو قوت بخشنے کے لیے، چالیس بزرگوں کی زیارت کرتے ہیں، پھر اسی کو قوت بخشنے کے لیے، چالیس جمعہ عوامی دعا کرائے جاتے ہیں، پھر اسی کو قوت بخشنے کے لیے، ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبروں پر چالیس روز فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر انہی (ارواح/اجسام) کو تقویت دینے کے لیے،

NYF Manzoor & Mehmoodabad Univ Karachi

نورِ پنجتن پر چالیس روز فاتحہ کا کورس کرتے ہیں، پھر انہیں کو تقویت بخشنے کے لیے، پانچ الوالعزم پیغمبروں کے نام چالیس روز فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر انہیں کی تقویت کے لیے، چالیس اولیاء اللہ کے قبور پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں جو پھر انہیں کو قوت بخشتی ہیں۔ پھر جملہ ولایت کے نام ایک چالیس روزہ فاتحہ مکمل کرتے ہیں، پھر انہیں کو تقویت پہچانے کے لیے۔ ان تمام اعمال کی بجا آوری کے ساتھ کہف مکمل کرنا اور کسی ولی مرشد یا نبی مرسل سے ملاقات کرنا بالکل برابر ہے۔ سوائے اس فرق کے ساتھ کہ ولی مرشد یا نبی مرسل سے ملاقات واضح طور پر نظر آتا ہے، اس میں آثار نمایاں ہوتے ہیں، نظر کم آتا ہے۔ اس لیے کہف میں سب سے اولین ٹریننگ صٰفّٰت ہے۔ اگر خناس رنگینی پیدا کرے، اور ہم آرام سے جا کر اسے ختم کرنے کی کوشش کرے تو حالات کچھ سے کچھ ہوتا ہے، فوری ردِّعمل کی ضرورت ہے جس کے لیے صرف آخری آیات پڑھ کر اشارہ کرنا کافی ہے۔ سورۃ صٰفّٰت کی آخری آیت پڑھ کر اشارہ کرے تو خود بخود شہاب ثاقب کام کر دکھا تا ہے۔ شہاب ثاقب کو طاقت نہیں کہ کام نہ کرے کیونکہ رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے حدود ہیں، یہ میرے مہمان ہیں، میرے وکیل ہیں، میرے ولی ہیں، ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو چاہیے کہ بیت اللہ کو اُن کے لیے پاک رکھے یہ خدا کے ارادے سے ہوتا ہے۔ خدا جو چاہے ارادہ فرما سکتا ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (یٰس 82)

خدا واجب الوجود ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہی آثار (شہاب ثاقب پر کنٹرول) اگر

اعتکاف کے استاد کوشش کریں تو حاصل کر سکتے ہیں وہ وکیل اور ولی بن جاتے ہیں، وہ کرتے ہیں اور ہو جاتے ہیں۔ خدا کے بعد رسول کریمؐ کی ذات بابرکت سے بڑی کوئی اور ہستی نہیں۔ تحفۃ الاحباب میں اشارہ موجود ہے کہ کہف کے ذریعے عرش کے مکین بھی اتر گئے۔ عرش مکین کون ہے؟ خاتم الانبیاء خیر الوریٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہیں۔ تو جہادِ الاکبر کی تکمیل کے وقت ساکنان عرش تشریف لے آتے ہیں۔

ایک واقعہ حضرت اویس قرنیؓ کا ہے۔ اویس قرنیؓ جہادِ الاکبر میں صوم الوصال کا سربراہ تھا۔ صوم الوصال اویس قرنیؓ سے ایجاد ہوا ہے۔ رسول کریمؐ کی غیبی تصدیق کے ساتھ یہ صوم الوصال سنت نبویؐ بن گیا ہے۔ پھر اصحاب صفہ صوم الوصال کی اعتکاف میں بیٹھے ہیں۔ ہر مہینے تین دن مسلسل صوم الوصال کا اعتکاف، نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، نہ سوتے تھے۔ یہ متفق علیہ ہے۔ اس کے علاوہ والدین کی تابعداری جو اویسؓ نے مثال قائم کیا۔ اس کی اُجرت میں کیا ہوا؟ جب یہ طاقت بھرپور انداز میں حضرت اویس قرنیؓ میں موجود تھا تو سرورِ کونینؐ سے جب سوال کیا کہ آپؐ کی کملی اور خرقے کا حقدار کون ہوگا، جب آپؐ اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے؟ تو فرمایا اس کا حقدار اویسؓ ہے۔ آپؐ نے وصیت فرمایا کہ اویسؓ سے کہنا کہ میری امت کی فکر کریں اور میری اُمت کے لیے دعا کریں۔

آپؐ کی وصیت کے مطابق خرقہ رسول کو حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عمر

NYF Manzoor & Mehmood Unit Karachi

رضی اللہ عنہ کے ساتھ اویسؓ کو بھیجا۔ جب اویسؓ کے پاس پہنچے اور رسولؐ کا خرقہ عنایت کیا اور پیغمبر اسلامؐ کا پیغام بھی پہنچایا کہ اُمت محمدی کی فکر کریں اور اُن کے لیے دعا کریں۔ جب یہ پیغام ملا تو اویسؓ باوضو ہو کر آئے، دو رکعت نماز ادا کی اور حبیبِ خداؐ کا لباس سامنے رکھ کر دعا کی۔ اے میرے رب! میں اُس وقت تک حبیبِ خداؐ کا لباس اپنے جسم پر زیبِ تن نہیں کروں گا جب تک تُو پوری اُمت محمدی کو نجات کی بشارت نہیں دے گا۔ یہ ہے صوم الوصال کی خاصیت کہ خاتم الانبیاؐ نے اویسؓ سے دعا کے لیے وصیت فرمایا۔ جب اویسؓ نے مناجات کا سلسلہ شروع کیا تو رب کو راضی کرنے کا یہ اندازِ مناجات دیکھ کر اسد اللہ الغالب حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا "رب کی قسم حقیقت ہے تو ان لوگوں میں ہے" آپ بے ہوش ہوئے، جب ہوش آیا تو پھر فرمایا حقیقت تو ان لوگوں میں ہے"۔ اویسؓ واپس آ کر دارالسلام کی چوکھٹ پر سر رکھ کر فرماتا ہے "اے میرے رب، بندہ عاصی، بندہ ناچیز، اگر میں تجھ سے نہ مانگوں تو کس سے مانگوں، تجھ سے سوال نہ کروں تو کس سے کروں۔۔۔۔۔۔۔" گلشن راز میں یہ روایت ہے کہ اس واقعے پر حضرت اویس قرنیؓ کو آوازِ غیبی کے ذریعے بشارت دی گئی کہ اویسؓ جتنا چاہے اُمتِ محمدیؐ کی نجات کروا سکتا ہے۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

اس اعتکاف کے سرداروں کے پاس اس طرح کی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ آج نادار، غریب اور فقیر نظر آنے والوں کو کمتر نہ سمجھیں۔ اسی لیے رسول کریمؐ سے فرمایا کہ ان فقیروں سے منہ پھیر کر امیروں کی طرف توجہ دینے کا بھی نہ سوچیں۔ تو اس

میں یہ سرداری ہے۔ اویس کی کیفیت دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش میں کوئی پتا بن چکا ہوتا تو کیا ہوتا، کسی کے تو کام آتا۔ آثار الاولیاء کے مطابق اویس قرنیؒ کو بنی کلب قوم کے تمام مویشیوں کے جسم پر موجود بالوں کی تعداد میں اُمت کے افراد کو نجات کا اختیار ملنے کی بشارت کا ذکر ہے۔ یہ خصوصیات کس عمل میں ہیں، اسی اعتکاف میں ہیں۔ اور اس کے ساتھ والدین کی تابعداری اور دعا اس میں شامل ہے۔ اور جیسے حضرت اویس قرنیؒ نے رسول کریمؐ کی وساطت سے فرمایا، صوم الوصال کا اعتکاف ہے۔ جو تین دن مسلسل نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، نہ سوتے تھے۔ اور سات دن صوم الوصال اصحاب صفہ رکھتے تھے۔ اویس قرنیؒ تین دن ہمیشہ اور قباء کے اصحاب صفہ سات دن۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس دن۔ عام ظاہراً دس دن اور باطنی طور پر چالیس دن صوم الوصال رکھتے تھے۔ اور رب العزت کی مہربانی یہ ہے کہ ہماری قوم میں بھی سات دن اور دس دن تک صوم الوصال رکھنے والے موجود ہیں۔ تو یہ خصوصیات ہیں صوم الوصال کے کہ خاتم الانبیاءؐ اویسؒ کو دعا کے لیے وصیت فرماتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ صوم الوصال کی اہمیت کیا ہے۔ وگرنہ اویس قرنیؒ اونٹ چرانے والا تھا اور لوگ انہیں صرف اسی کی اُجرت دیتے تھے۔ ان کی نظر میں وہ ایک دیوانہ اور معمولی آدمی تھا۔ مگر خدا کے نزدیک اس کا مقام دیکھیں۔

اعتکاف کے لیے سب سے پہلے میدان میں نکلنے والے حضرت یوشعؑ ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول کریمؐ سمیت ہر پیغمبر ہیں۔

NYP Manzoor & Mehmooda ... Unit Karachi

میدانی اعتکاف کے بارے میں پچھلے سال کسی ناہنجار نے اعتراض کیا تو ہم نے کہا کہ اُس نے ہمیں نہیں بلکہ رسول کریمؐ پر تنقید کیا ہے جو چالیس سال تک غار حرا میں معتکف رہے، الوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ پر اعتراض کیا ہے۔ میدانوں میں اللہ کی نشانیاں بھری ہوئی ہیں اس کا مشاہدہ حج کرنے والے کر سکتے ہیں۔

حضرت یوشعؑ کے بعد کہف میں شیطان کا مقابلہ کرنے کا ایک حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو فرعون نے جب بہت تنگ کیا، تو خود وہ خناس جو فرعون کو بہکاتا تھا، اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور جب اس ارادے کے ساتھ خناس سے مقابلے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو فرمایا "انا کذالک نجزی المحسنین"۔ کہف کے لیے روانہ ہونے کی یہ دعا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اے میرے رب تو نے اپنے نیک بندوں کی حوصلہ افزائی کرنے کا وعدہ کیا ہے، اب میری مدد فرما، میں ایک ایسے دشمن سے مقابلے کے لیے جا رہا ہوں جو تیرے بندوں کا دشمن ہے۔ یہ دعا پڑھ کر جب حضرت موسیٰؑ روانہ ہوئے اور کوہِ طور پر پہنچے تو آپ نے تیس دن کی نیت باندھی۔ لیکن تیس مکمل ہونے سے پہلے انتیسویں دن حضرت موسیٰؑ نے اگلے دن واپسی کے ارادے سے غسل کیا، مسواک کیے، اصلاح بنایا، کپڑے بدلے اور مختلف چیزیں (جو اعتکاف کی عملیات کا حصہ نہیں تھے) کیا تو خدا کی طرف سے حکم آیا "یا موسیٰ آپ نے مجھ سے کتنے دنوں کا وعدہ کیا تھا (اعتکاف کی نیت باندھی تھی)، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیس دنوں کا، تو جواب آیا، "پھر

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

تمیں دن مکمل ہونے سے قبل (اعتکاف کی شرائط سے ہٹ کر) یہ سارے اضافی/ فالتو کام آپ نے کیوں کیا"۔اس کفارے میں دس دن اور رہیں اور یوں لیلۃ اربعین مکمل کریں۔تو اعتکاف میں کفارہ صریح اصول یز دانی ہے، یہ آیت واضحہ ہے حضرت موسیٰ کو بطور کفارہ یا سزا دس مزید دنوں کی اعتکاف پوری کرنے کا حکم ہوا۔تو اعتکاف میں سزا یا کفارے کا تصور اور حکم بھی حضرت موسیٰ سے شروع ہوا ہے اور ہمارے ہاں موجود ہے، جبکہ دیگر مسالک میں اعتکاف کے دوران اس طرح کفارے یا سزا کا کوئی تصور موجود نہیں۔جبکہ ہمارے ہاں اگر دورانِ اعتکاف کسی قسم کی کمزوری ہو جائے تو اس کی تلافی کے لیے بطور سزا اضافی عملیات کروائے جاتے ہیں۔تا کہ اس کے اصل ثمر میں کسی قسم کی کمی نہ ہو۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

دوسرے مسالک میں دورانِ اعتکاف بغیر علت کے بات چیت کرنے میں کوئی اشکال نہیں، جبکہ ہمارے ہاں بغیر شرعی ضرورت کے دوران اعتکاف بات چیت پر پابندی ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ سے ہی ماخوذ ہے۔ کشتی اعتکاف کے دوران جب حضرت موسیٰ، حضرت خضرؑ کے ساتھ تشریف لے گئے تو خضرؑ نے فرمایا"مالم تستطع معی صبرا"۔آپ بات چیت کیے یا اعتراض کیے بغیر نہیں رہ پائیں گے۔ یہاں دراصل مرشد اور مرید کی صفات بیان کرنا مقصود تھا۔ جب مرشد سے ملتا ہے تو ہدایت یافتہ ہوتا ہے یعنی پہلے مردہ تھا اب زندہ ہوگیا۔ یہ تمثیل حضرت خضرؑ کے مرے ہوئے مچھلی کی واقعے کی تاویل ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے اس واقعے کے بعد مرشد کا معیار بیان

کرتے ہوئے فرمایا ہے اور کسی گمراہ کو مرشد نصیب نہیں ہوتا، حق کے متلاشیوں کو نصیب ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اور حکم سورت کہف میں تفصیل سے بیان ہوا۔ وہاں حضرت موسیٰ کو بات کرنے سے روکا گیا تھا۔ تو بات نہ کرنا بھی از روئے قرآن اس اعتکاف کی شرائط میں شامل ہے۔ اس میں ایک اور سنت جو حضرت موسیٰ سے ماخوذ اسم "الله لطیف" اور جو حضرت موسیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جو وراثت میں چلتے ہوئے ہم تک پہنچا ہے۔ اسم کیا ہے "اللـه لطیف"۔ پھر اس کہف میں ایک حصہ رسول کریم کا ہے۔

جب ابوجہل نے رسول کریم کو شہید کرنے یا ملک بدر کرنے کا یا کسی بھی طور آپ کی مشن کو ناکام بنانے کے لیے منصوبہ بنایا، تو اس کی اطلاع رسول کریم کو پہنچا، تو آپؑ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ ان کو دعوت دیں۔ اسے دعوت ذوالعشیر ہ کہتے ہیں۔ اسی دعوت ذوالعشیر ہ کی مناسبت سے اس وقت مسجد الحرام میں باب العشیر ہ کے نام سے الگ دروازہ ہے۔ جو بابِ سلام کے بعد صفا کے سامنے موجود ہے۔ دس دن تک آنخضرتؐ نے دعوت دی، سوائے حضرت علی علیہ السلام کے کسی نے بھی ہاں نہیں کی۔ دعوت کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔ آنخضرتؐ اپنے گھر تشریف لے گئے جہاں اس وقت لائبریری بنایا ہوا ہے، اور ابوجہل اپنے گھر چلا گیا جو اس وقت وضو خانہ بنایا ہوا ہے، دونوں آمنے سامنے موجود ہیں۔ ابوجہل اپنے گھر پہنچ کر اجلاس بلایا تو اس میں شیطان خناس نے بھی شرکت کی، اور اس نے مشورہ دیا کہ خاتم الانبیا کو شہر بدر کرنا، یا شہر بند کرنا

حل نہیں دونوں صورتوں میں مسلمانوں میں اضافہ ہوگا۔ واحد حل آپ کو شہید کرنا ہے۔ صرف اس صورت میں کفر بچ سکتا ہے۔ شہید کیسے کرے تو مشورہ دیا کہ ایک گھڑا کھود لیں اور اسے اوپر سے ڈھک لیں پھر رسول کریم کو بلائیں جب آپ اس میں گر جائیں گے تو اس میں گر کر وفات پایا ہے کہہ کر شہید کریں گے۔ یہ منصوبہ خناس نے پاس کروایا اور اس کے مطابق گھڑا تیار ہوا تو ابوجہل کی طرف سے ایک قاصد یا پیغام رسان بھیجا کہ دعوت ذوالعشیر ہ میں کسی نے آپ کی دعوت پر ہاں نہیں کہی، اب سب تیار ہیں، اور آپ کو ابوجہل کے گھر دعوت دی ہے۔ رسول کریمؐ خوشی میں نکل پڑے، آپؐ کے گھر کے سامنے ایک کھجور کا درخت تھا، وہاں پہنچتے ہی وحی کے ذریعے رکنے کا حکم ہوا۔ جب رسول کریمؐ ٹھیر گئے تو جبرئیل امین کے ساتھ سورت تبت یدا ابی لھب نازل ہوا۔ اور فرمایا کہ اپنے رب کے نام سے اس سورت کی تلاوت فرمائیں۔ آپؐ نے تلاوت فرمائی۔ پھر جب قدم بڑھایا تو اتنے میں ابوجہل خود بیقرار ہو کر باہر نکلا اور محمد کہاں پہنچا ہے کہتے ہوئے آئے اور خود اس گھڑے میں جا گرا۔ اُسے نکالنے کے لیے پورے مکے کی رسیاں باندھی گئی لیکن اس تک نہیں پہنچا۔ آخر کار ابوجہل نے کہا کہ اسے نکالنے کے لیے خود محمدؐ کو بلائیں۔ آنحضرت تشریف لائے اور ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں آگیا، جب کھینچ کر باہر نکالا تو کہنے لگا دیکھا اس کا جادو کس قدر ہے۔ جس گہرائی تک پورے مکے کی رسیاں جوڑ کر نہیں پہنچ پائی، اس کا ہاتھ پہنچ گیا۔

اس واقعے کی تاویل یہ ہے کہ اس کہف سے گرا ہوا یا پھنسا ہوا شخص جب تک

وہی کہف والا (استاد) اسے نہ نکالے کوئی اور اس کو نہیں نکال سکتا، کسی کا اختیار نہیں۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ اس کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ چاہے شیاطین الانس ہو یا شیاطین الجن، جو دوسروں (کہف والوں) کے لیے گڑھا کھودتے ہیں خود اس میں گر جاتے ہیں۔ یہ دونوں خصوصیات رسول کریمؐ سے کہف میں شامل حصے ہیں۔ ولایت سے اس میں ارادی اسم شامل ہے۔ جب رسول کریمؐ سے پوچھا کہ آپ کے بعد آپ کا قائم مقام کون ہوگا، تو آپ نے جواب دیا میرے وارث کے دعویدار اصحاب کہف کے غار پر جائیں، یہ کہف مکمل کریں اور سلام کریں، وارث کو سلام کا جواب ملے گا۔ اور جو وراثت کے اہل نہ ہو، انہیں سلام کا جواب نہیں آئے گا۔ اُس دن تمام اصحاب میں سے صرف اسداللہ الغالب حضرت علیؑ کے سلام کا جواب آ گیا اور کسی کا نہیں آیا۔ یہ کہف اس دن مکمل ہوا۔

اسی طرح یہی واقعہ غوث المتاخرینؒ کے ساتھ کچھ لوگ اصحاب کہف کے پہاڑی پر گئے اور سب نے کہا کہ سلام کریں شاہ سید محمد نور بخشؒ نے فرمایا میں ایسے سلام نہیں کرتا، تمھاری طرح۔ اس زیارت کے دوران شدید برف باری ہوئی اور جان بچانا مشکل ہوا تو تاریخ میں آتا ہے کہ اس وقت آپ نے سلام کیا تو وعلیکم السلام کی صدا سب نے سنی۔ سلام ایسے کیے جاتے ہیں، یہ غوث المتاخرینؒ کے وارث انبیاء ہونے کی نشان تھی۔ خلیفہ تعین کرنے اور وراثت کا تعین کرنے کی خصوصیت کہف میں ہے۔ کلی اختیار کے حامل خدا اور رسولؐ کا خلیفہ تعین کرنے کی یہ خصوصیت اس کہف میں ہے۔

اسی طرح ابھی اگر کوئی پوچھیں کہ آپ کے بعد قائم مقام کون ہوگا؟ اعتکاف چلانے والا کون ہوگا، تو واقعی کہف، سین، عظمٰی اور معائنہ یہ چار کامیابی سے مکمل کرنے والے انبیاء کے وارث، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کے وارث، اور ہر ولی کا وارث ہے۔ (وہی قائم مقام ہوگا)۔

غوث المتاخرینؒ نے سترہ سال کی عمر میں ایک کتاب لکھی "کشف الحقائق" جو درویش حقیقی اور اہل زندیق کے بارے میں ہے۔ اس کتاب میں وارث الانبیاء اور موروثی گدی نشینوں کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کشف الحقائق ہے اس کتاب کا نام۔ اس کتاب میں صوفیانہ اصطلاحات 'نور بین'، 'نور دان'، 'نور بخش' ان سب کا بیان موجود ہے۔

اب رہی کہف میں۔ کہف میں یہ تمام حصے موجود ہیں۔ عظمٰی نہ کیا ہو تو گرمائش یعنی ذوق وشوق پیدا کرنے میں تھوڑی کمی ہوگی چلا تو سکتا ہے۔ عظمٰی نہ کرنے میں رسول کریمؐ سے آنے والا ایک خصوصیت میں کمی کا اشکال ہے۔ خدا چاہے تو (عظمٰی کے بغیر کہف) کر سکتا ہے لیکن اس کی اصول کے مطابق نورِ محمدؐ کی شمولیت ضروری ہے کیونکہ عظمٰی رسول کریمؐ کی ایجاد ہے۔ عظمٰی کا مجدد رسول کریمؐ کی ذات بابرکت ہے۔ اس کے بعد معائنہ، معائنہ نہ کیا ہو تو بھی کہف چلے گا۔ لیکن معائنہ میں آئینہ کی طرح آنے والے حالات صاف صاف نظر آتے ہیں۔ معائنہ میں بیماریوں کے علاج کا ایک نسخہ بھی موجود ہے۔ یہ ایک ڈاکٹری اصول ہے اس لیے ہمارے تمام بزرگان دین بیماریوں کی علاج

معالجے کی مہارت رکھتے تھے، یہ معائینہ کا ایک حصہ ہے۔ سالکین کے تمام طبی مسائل جیسے خرابی خون کی وجہ سے ہونے والی بیماری، کھانے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں اور اسی طرح حالت اعتکاف میں ہونے والی ممکنہ بیماریوں کی تشخیص اور علاج کے لیے معائینہ کی ضرورت ہے۔ معائینہ کی تربیت ان اُمور کی دیکھ بھال کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح معائینہ کا نور کھل کر آتا ہے۔ یہ عام لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایک عجیب انداز سے آتا ہے۔ ہمارے دور میں ابتدائی معائینہ خانقاہ معلیٰ ' سینو' میں چلایا تھا۔ یہ اولین تجرباتی معائینہ تھا جو سینو خانقاہ میں چلایا۔ واقعی وہ نور کھل کر آتا تھا، لوگوں کو نظر آتا تھا۔ فانوس کی طرح کا نور۔ معائینہ میں اس طرح کی وضاحتیں موجود ہیں۔ یعنی روشن سب پر واضح نشانیاں۔ اب ان سب کے بعد کہف میں یہ تمام خصوصیات جمع ہو جاتی ہیں۔ کہف ان تمام کا نچوڑ ہے۔ اس میں حق تعالیٰ ہے۔ روزے کی سختی ہے۔ روزہ ضرور رکھنا ہے۔ حسب معمول چلنے والوں کے لیے نوافل میں انا انزلناہ [illegible] اور قل ھو اللہ پچیس پچیس مرتبہ پڑھانا ہے وہی حسب معمول نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ نماز تسبیح ہر اوقات نماز میں ایک مرتبہ وغیرہ۔ چونکہ اس میں ہر نبی کا حصہ ہے، اولیاء کا حصہ ہے۔ اس جیسی عظیم عبادت اور عمل کو ہم نے اپنی سستی، اپنی کاہلی، اور فراموشی سے کما حقہ ادا نہیں کیا۔ شہاب ثاقب کا عمل نہیں کرتے، شاگرد سستی کا شکار ہوتے ہیں۔ استاد آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ شیطان وسوسے پیدا کرے اور ان کا بروقت تدارک کرنے کے لیے کاروائی نہ کرے تو شاگردوں میں سستی آتی ہے۔ سالکین کی کیفیات میں یا گرمائش

NYP Manzoor & Mehmood Jahad Unit Karachi

زیادہ ہوتی ہے، یا ٹھنڈک زیادہ ہوتی ہے اور شوق کی کمی ہوتی ہے، ایسے میں معائینہ کی روح لاتا ہے۔ جسے آپ روحانی طاقت کہیں، فرشتہ کہیں یا ارواح انبیاء کہیں کچھ بھی نام دیں وہ مجلس کو ذوق شوق سے بھر پور رکھتا ہے خوبصورت انداز سے مجلس گرم رکھتا ہے۔ خضوع وخشوع پیدا کرتا ہے یہ خصوصیات عظمیٰ میں ہے۔

سالکین وجد کی کیفیت میں آنے کے بعد یہ بے ہوش ہوں گے، اپنی میعاد کے بعد مقررہ وقت پر ٹھیک ہو جائے گا، یعنی حالت صحو میں آئیں گے۔ ان کو سنبھالنے کے لیے ہمیں گھومنے پھرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تمام کیا ہیں؟ ہماری وراثت ہیں، ہم ہی وارث الانبیاء ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے میں ایک اسم جو رسول کریمؐ کے بعد دوبارہ استعمال ہوا۔ رسول کریمؐ یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے، ان کی ہدایت کے لیے وہاں سے کھانا نوش فرمایا۔ آپ کے کلام کی تاثیر میں کمی آئی۔ جبرائیل امینؑ نے پیٹ چیر کر صفائی کی۔ اس واقعے میں کچھ اور تاویلات بھی ہیں، لیکن وہ چنداں درست نہیں، کیونکہ آپؐ نے فرمایا کہ جب آدمؑ مٹی اور پانی میں تھا تو آپؐ اپنی ذات میں اپنے نفس پر نبی تھے۔ بہر حال اس واقعے کے بعد پیٹ کی صفائی کے لیے رب العزت نے ایک اسم کی تعلیم فرمائی۔ جب یہ اسم پڑھے تو فاسد غذائیں صاف ہو جاتی ہیں۔ یہ ان غذاؤں کی اصلیت کو ہی پاک کر دے گا۔ حضرت جنیدؒ کے دور میں یہ اسم دوبارہ بازیاب ہوا۔ آپؒ کے ایک شاگرد کو آپ کو دعوت دینے کی بہت تمنا ہوئی۔ اس نے ایک ظالم رشوت خور پولیس والے کے ہاں سے کھانا منگوا کر آپ کو دعوت دی۔ جنیدؒ نے کھانا نوش فرمایا۔ جنیدؒ

NYP Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

کو جب استنجااور استبرا پاک ہوجائے تو عرش معلی نظرآ تا تھا، اُس دن نظرنہیں آیا۔ دوبارہ استنجا کیا، توبہ کیا عرش نظرنہیں آیا۔ جب یہ کیفیت بڑھی تو آپؒ نے بارگاہ ایزدی میں بہت زیادہ فریاد کیا تو آپ پر منکشف ہوا کہ آپ جہاں گئے تھے وہاں سے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔آپؒ نے غور فرمایا تو یاد آیا کہ فلاں شاگرد کے ہاں دعوت پہ گئے تھے۔ جاکر اس سے اصل صورت حال کے بارے پوچھا تو شاگرد نے کہا کہ مجھے آپ کو دعوت دینے کی بہت تمنا تھی تو میں نے فلاں شخص کے گھر سے یہ نفیس کھانے منگوائے تھے۔ حقیقت ظاہر ہونے کے بعد کہف کی یہ خصوصیت ایک بار پھر زندہ ہوگئی روٹی کی اصلیت پاک کرنے کا۔آپؒ نے وہ اسم پڑھا اور یوں یہ بھی وراثت میں ہمارے اعتکاف میں آگئے۔لیکن یہ ہر کس و ناکس کو نہیں ہوگا۔یعنی صرف یہ اسم پڑھنے سے غذا کی اصلیت پاک کرنے کا ہنر صرف ان مخصوص سالکین کو نصیب ہوگا جو خدا کے مہمان ٹھیرے۔ کھانے پینے کے اشیاء کی باطن کو پاکیزہ بنانے کی یہ خصوصیت حضرت جنیدؒ سے وراثت میں ہم تک پہنچا ہے۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

ان تمام حقائق کی روشنی میں ہمارے اس جماعت کی وارث الانبیاء ہونے میں کسی قسم کی شک و شبہ نہیں، روحانی وراثت میں ایسی کوئی شے باقی نہیں رہی، جو ہمارے مسلک میں نہ ہو۔آج اگر کسی قسم کی کمی یا کوتاہی ہے تو ہماری سستی اور کمزوری ہے۔، یہ ہمارے وراثت کی کمزوری نہیں ہماری تعلیمات اور نظام کی کمزوری نہیں۔ (یہاں پر بوافقیر نے اعتکاف کے انتظامیہ سے ذیابیطس کے مریضوں اور دیگر سالکین

کے طعام و قیام کی سہولتوں اور معیار کے بارے میں سوال کیا کہ کسی کو کسی بھی قسم کی شکایت تو نہیں)۔

تو اللہ کے فضل و کرم سے ان تمام انبیاء کی وراثت کا نچوڑ خاتم الانبیاء تک اور خاتم الانبیاء سے نچوڑ ہم تک پہنچا ہے۔ جتنا شکر کرے کم ہے۔ شروع شروع میں، میں، تایا (ابا چھوٹو) بوا قاسم، سرمو والا عبدالرحیم غٹ پا، جب اعتکاف میں بیٹھے تو تازہ نمک یا پیٹ بھر کر کھانا بھی دستیاب نہ تھا۔ تین دن تک صرف 'برو نے زان' سے گزارہ کرتے تھے۔ ہم صرف پانچ بندے تھے۔ اُس وقت اس میں تھوڑا خلل آیا۔ خناس نے تھوڑا خلل ڈالنے کی کوشش کی تو اتنے میں ہمارا ایک بزرگ تشریف لایا۔ اور اُس نے ایک دلچسپ خطاب کیا۔ فرمایا کہ فلاں گاؤں اس شخص نے آباد کیا تھا، جب اُس گاؤں پر مشکلات آپڑی تو وہ شخص دعا کے لیے آیا تھا۔ فلاں کھیت کو سیلاب آیا تو وہ شخص جس نے ان کھیتوں کو آباد کیا تھا، اس کی تحفظ کے لیے دعا مانگنے آیا۔ بات چیت کے انداز میں خطاب جاری رہا کہ فلاں جگہ پر درختوں کو خطرہ ہوا تو فلاں شخص اِدھر دعا کی درخواست لے کر آیا تھا۔ اس طرح کہتے کہتے آخر میں فرمایا کہ اگر خدا و رسول کے اس باغ پر کوئی آفت آئے تو کیا مقدس ارواح ان کی مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ انبیاء، اولیاء، اوصیا اور اتقیا کیا تماشہ دیکھتے رہیں گے؟ ضرور ان کی مدد کو آپہنچیں گے۔

واقعی یہ (مجالس اعتکاف) خدا و رسول کا ایک باغ ہے۔ اس کی تحفظ کے لیے ہم عزم اور اشارہ کریں تو انشاءاللہ اس کے پھل ضرور حاصل ہوں گے۔ آج کے اس دور

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

میں، شراب نوشی کے اس دور میں، چرس اور نشے کے اس دور میں، فحاشی اور رنگینی کے اس دور میں رب العزت کی مہربانی ہے کہ اصلاحِ ذات، تزکیہ نفس کا یہ ایک مرجع ہے۔ کہاں جائے؟ کس مسلک سے رجوع کرے؟ کہیں ان مسائل سے نجات اور خلاصی کا نسخہ نہیں، رب کے کرم سے ہمارا یہ مرکز نفوس کی اصلاح کا مرکز ہے۔ تربیت کا یہ سلسلہ جسم بہ جسم، نسل سے نسل تک منتقل ہوتا جائے گا۔ تزکیہ کا یہ تربیت گاہ انبیاء، اولیاء، نور پنجتن ہر ایک کی فیوض کا ایک منبع ہے۔ جو بھی اس منبع کی طرف رجوع کرے گا واقعی اصلاح ہوگا۔ واقعی انجام بخیر ہوگا۔

ہاں اس بات سے بھی انکار نہیں کہ اس جماعت کے ساتھ منافق بھی ہوں گے، ہر قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن انشاء اللہ نیک نیتی سے آنے والوں کے لیے اصلاح مقدر ہے۔ تو یہ ہیں کہف اعتکاف کی حکمتیں۔ کہف کے بیان میں صُفّت کا کورس بنیادی امر ہے۔ استاد کے لیے اس کی تربیت حاصل کرنا نہایت لازم ہے۔ کیونکہ شیطان جتنا اس سے ڈرتا ہے کسی اور چیز سے نہیں۔ اس لیے میدان میں نکلنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ خناس کو کھلے میدان میں لے آئے، یہاں صُفّت کے ذریعے اس کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے تا کہ لوگوں کو بگاڑنے سے بچایا جا سکے۔ یہ تمام تراکیب موقع مناسبت کے ساتھ زیرِ استعمال ہیں۔ اللہ کے فضل سے کوئی اور لازمی تربیت باقی نہیں رکھا ہے۔ سوائے 'رے' کے۔ 'رے' کی تربیت، اس کی خصوصیات اور حکمتیں باقی ہیں۔ تاہم اس میں سے بھی نصف کہف ہی کا حصہ ہے اور رائج ہے۔ 'رے' کا ایک

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

حصہ جیسے مُردے کو زندہ کرنے جیسی حکمتیں 'رے' کا حصہ ہیں۔مجذوب کے انداز میں کھل کر لوگوں کے سامنے پرواز کر سکنے کی حکمتیں 'رے' میں ہیں۔ممکن ہے ہم اس کے اہل نہ ہوں، یا کوئی اور وجہ ہو۔'رے' ابھی مکمل نہیں ہوا۔

سید علی ہمدانیؒ کو جب نمازیوں کے لیے وضو خانے کی دیکھ بھال کی خدمت کے بعد مسجد میں نمازیوں کے جوتے سیدھا کرنے کی خدمت پر مامور کیا تو آپ نے اس خوشی اور شکرانے میں اپنے اوپر پچاس 50 رکعت نوافل لازم کیا۔اس طرح کی جذب وشوق ہو تو "رے" کا اہل بنتا ہے۔آج ہم 'رے' کا اہل نہیں بن سکا۔یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔میرے اختیار میں ہوتا تو ابھی بہت کچھ کر چکا ہوتا۔ہم نا اہل ہیں۔ امیر کبیر کو دیکھیں، ڈیوٹی کی تکمیل پر پچاس رکعت شکرانہ ادا کرتا رہا۔آج ڈیوٹی کیا ہے۔ کہف میں اپنے گاؤں کی خناس سے مقابلہ کرنے کی ڈیوٹی دی گئی ہے، لیکن صحیح طرح ادا نہیں ہو رہا۔

پچھلے وقتوں میں جب ایک مرتبہ سب نے اپنی ذمہ داریاں ادا کیں، ڈیوٹی سرانجام دیے تو کس قدر رلہر چلی۔شکر ادا کرو کہ ہم ان امور کی بجا آوری کے اہل بنے۔ کسی پہ احسان نہ جتائیں۔یہ نہ کہیں کہ فلاں وہ نہیں کر رہا، فلاں یہ نہیں کر رہا۔تو ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کی وجہ سے آج ہمارے اندر سستی آگئی ہے۔ہم اہل نہیں ہیں۔سید علی ہمدانیؒ کی طرح حضرت محمود مزدقانیؒ اور علاؤالدولہ سمنانیؒ جس جس کو بھی جب کوئی ذمہ داری ملی، اس کو بخوبی ادا کیا اور مکمل کیا تو عجیب وغریب انداز میں شکرانے

ادا کیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شکرانے میں سو اونٹوں کی ایک ساتھ قربانی کیا۔ اور قربانی کا یہ انداز آج بھی سنت ابراہیمی کے طور پر اسلامی شعار ہے۔ اس کا بھی ایک حصہ اسی کہف میں شامل ہے۔ اس قربانی کا معنوی حصہ اعتکاف میں ہے اور ظاہری حصہ اُدھر ہے۔ یہ ہے "موتوا قبل ان تموتوا" "موت سے قبل مرجانا، یعنی نفسانی خواہشات کی موت۔ رسول کریم نے فرمایا "جذبہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین "۔ اس جذبہ الٰہی کا ایک آن جن و بشر کی ہزار سالہ عبادت کے برابر ہے۔

یہ خوبیاں اور صفات بھی اس اعتکاف میں ہیں۔ تو تفصیل سے تمام کورسز کی تکمیل ضروری ہے۔ پانی پر کورس، ہوا پر کورس، چاند اور تاروں پر کورس، سورج اور نظام شمسی پر کورس، کیونکہ اولیاء اللہ کے لیے ہر شے کا مسخر ہونا شرط اول ہے۔ یہ کورسز اعتکاف کے اساتذہ کے لیے لازمی ہیں۔ چند ایک رہ جائے تو رہے ورنہ اکثر کورس کر چکے ہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "ابدانھم فی الدنیا وقلوبھم فی الاخرہ"۔ ان کے جسم دنیا میں لیکن دل آخرت میں ہوتے ہیں۔ "و بالاشباح فرشیون و بالارواح عرشیون"، وہ بظاہر روئے زمین پر موجود ہوتے ہیں، لیکن ان کی ارواح ساکنانِ عرش کے ہم نشین ہیں۔ "لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب و لانبی مرسل " اولیا پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ نہ نبی مرسل اور نہ ہی مقرب فرشتہ بیچ میں آسکتا ہے، وہ براہ راست خدا سے رابطے میں ہوتا ہے۔

اُس وقت جب وہ نفس امارہ کو مار چکا ہوتا ہے۔ تو جس جگہ نفس امارہ کو مار دیا جاتا ہے، اس مقام کو ناسوت کہتے ہیں۔ ناسوت پر نفس امارہ کو مارنے کے بعد عالم ملک میں پہنچ جاتا ہے یہ عالم ملکوت سے قبل کا ایک عالم ہے جسے عالم ملک کہتے ہیں۔ عالم ناسوت کے بعد عالم ملک میں پرواز کرتے وقت اگر فرشتے اس کا استقبال کرے تو وہ خاصیت ملکی، علم ملکی، اور اخلاق ملکی کا حامل ہو جاتا ہے۔ اور اگر عالم ملک میں انبیاء اور اولیاء اس کا استقبال کرے تو اس کا علم، علم موہوبی کہلاتا ہے۔ اور اگر انوارات خداوندی اس کا استقبال کرے تو اس کا علم، علم لدونی کہلاتا ہے "و علمنا من لدنا علما " اسی علم کی طرف اشارہ ہے۔ تین قسم کے علوم یہیں سے تقسیم ہوتے ہیں۔

اس کے بعد سیاراً فی الجبروت ☆ عالم جبروت میں پرواز جب شروع ہو جائے تو پانی، ہوا، سبزہ تمام نظام کی تسخیر ہوتی ہے۔ استاد کے لیے ان تمام پر فائز ہونا یعنی ان تمام کا مسخر ہونا لازمی ہے۔ اگر وہ خود استاد نہ ہو محض ڈیوٹی دینے والا ایک ولی ہو تو اسے صرف اُسی شے پر تصرف حاصل ہوگا جس پر اس کو بطور ڈیوٹی مامور کیا ہو۔ مثلاً ہدایت پر ہو تو ہدایت، پانی، ہوا یا کسی اور شے پر ہو تو اسی پر مامور ہوتا ہے اور صرف اسی پر تصرف رکھ سکتا ہے۔ اور وہی اس کے لیے مسخر ہوتا ہے۔ اگر کوئی ان تمام کورسز کو کامیابی کے ساتھ مکمل کر چکا ہو تو وہ دنیا میں مرشد اور آخرت میں اپنے شاگردوں سالکین کے سردار کی حیثیت کا حامل ہوگا۔ وہ اولیاء کے گروہوں کا سردار ہوگا اور باقی اولیاء ان کے زیر قیادت ہوں گے۔ اور خدا و رسول کی طرف سے ان کو اس

قیادت کے عہدے پر فائز کیا جائے گا۔

یہ تمام امور استاد (مرشد) بجالاتا ہے۔ کبھی ہوا پر، کبھی پانی پر کنٹرول کرتا ہے، کبھی سورج، چاند، تاروں پر تصرف حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ تمام کورسز مکمل ہوں تو سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اعتکاف میں سستی پیدا ہو۔ اساتذہ کی اکثریت نے کورسز کیے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر کماحقہ عمل کریں تو چست رہیں گے، ہم جن کے وارث بننے کے لیے آئے ہیں ان کی وراثت نصیب ہوگی۔ اس وراثت کی معرفت حاصل ہوگی۔ وگرنہ محض ہاتھ میں تسبیح ہوگی، دل کہیں سے کہیں دنیاوی اُلجھنوں میں گھوم پھیر کر واپس آئے گا۔ ہاتھ میں تسبیح ہوگی اور دل میں گھر والوں پر غصہ نکال رہا ہوگا اور دنیا میں گھوم کر یہاں واپس آنے کی کوشش کرے گا۔ اسی لیے ذوالنونؒ نے کہا کہ جب تک گوبر کو ناک سے نہیں نکالے گا، گل عنبر اور ریحان کی خوشبو سونگنا ممکن نہیں ہوگی۔ جب گوبر سے پاک پاکیزہ ہو کر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوگا تب کامیاب ہوگا اور مکمل ہوگا اور انوارات کا مشاہدہ ممکن ہے۔

NYF Manzoor & Mahmoodabad Unit Karachi

پاک پروردگارعالم تیرے آسمائے حسنٰی کے واسطے، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی حرمت کا واسطہ، اولیائے کرام کی شان ومرتبت کا واسطہ، نور پنجتنؑ کی شان و مرتبت کا واسطہ، پروردگار عالم ہم سب کو وارث الانبیاء، وارث خاتم الانبیا اور اسد اللہ الغالبؑ کی یہ وراثت ہم سے کامل مکمل طور پر ادا ہو کر قیامت کے دن ان نشانیوں کے ساتھ محشور ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، پروردگار ہمیں رسول کریم کے فرمان "واجعل

لی من لدنک سلطانا نصیرًا " کے صداقت غیبی فتح ونصرت سے ہمکنار فرما۔ پروردگار ہمیں انبیاء اور اولیاء کی مکمل وارث بننے کی توفیق عطا فرما۔ رب العزت اس وراثت کو مکمل انداز سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ رب العزت ہمیں اپنے آپ کو وارث الانبیاء ثابت کرنے کی، اس پاک مسلک کی عروج کیلئے کوشش کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ اس پاک و پاکیزہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی میمنت کا واسطہ ہمیں کاملین و مکملین میں شمار ہونے کی توفیق عطا فرما۔ رب العزت دین اسلام کی حقیقت اور معرفت کا واسطہ، اس کی تمام نشانیوں کا واسطہ ہم تمام اعتکاف والوں کو کامل ومکمل ہوکر دوبارہ اس پاک دین کو رائج کرنے کی توفیق عطا فرما۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین،

انہ تعالیٰ جواد کریم ملک برّ رؤف الرحیم ☆

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

مرشداور اتباعِ مرشد

(یہ تقریر کورو میں اعتکاف نشینی کی اختتامی تقریب سے خطبہ صدارت کے طور پر خطاب ہے۔ اس خطاب میں بھی اعتکاف کیبارے اعتراضات کے حوالے سے دلائل دیئے گئے ہیں، اس کی ریکارڈ نگ دو فائلز پر مشتمل ہیں۔ اور کل دورانیہ تقریباً ایک گھنٹہ ہے۔ فائل ریکارڈ نگ کی تاریخ 8 فروری 2013 ہے۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆

و عھدنا الیٰ ابراھیم و اسماعیل ان طھر بیتی لطائفین، و العاکفین و الرّکع السجود ☆آمنت باللہ صدق اللہ مولانا العلی العظیم ☆

برادرانِ ملت، صوفیہ نوربخشیہ کے پُرعزم جوانو، علمائے کرام السلام علیکم۔

میں نے آج کی خطاب کے لیے اعتکاف کا موضوع لیا ہے۔ اعتکاف کے حوالے سے اس آیت مبارکہ میں تین مہمانوں کا ذکر ہوا، جن کے لیے حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے بیت اللہ کو پاک اور صاف ستھرا رکھنے کا عہد لیا گیا۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

سٹیج سیکریٹری نے ہمارے عقائد کے مطابق عالمانِ شریعت، پیرانِ طریقت، مرشدانِ حقیقت اور سیاحانِ عالمِ معرفت، غوث، غوثِ اعظم اور غوث المتاخرینؒ کے اصطلاحات کی تھوڑی سی وضاحت کے لیے کہا ہے۔ لہٰذا ان اصطلاحات کی مختصر تشریح

پیش کی جائے گی۔

قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق انہ لقرآن مبین ☆فی کتاب مکنون ☆ یہ بڑی شان والا واضح قرآن ہے، یہ سیاہی اور کاغذ نہیں بلکہ لوح محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔ لا یمسہ الاالمطھرون ☆ پاکیزگی کے بغیر اس کو چھونا بھی نہیں، تنزیل من رب العلمین ☆ آپ فرمادیجیے اسے رب العلمین نے نازل فرمایا۔ اس ہدایت والی کتاب میں جب رب العالمین نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ جب بھی کہیں کوئی نہایت اہم مہمان متوقع ہو یا دعوت دی جائے تو صاحب خانہ گھر والوں سے گھر کی صفائی ستھرائی اور زیب و زینت کے لیے کہتا ہے۔ بالکل اسی طرح بیت اللہ کا صاحب خانہ اپنے خلیلؑ سے کچھ مہمانوں کے آمد کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ اس گھر کو سجاؤ کیونکہ کچھ خصوصی مہمان آنے والے ہیں۔

احکامات کی تین اقسام ہیں : واجب عینی، واجب فرض کفائی، واجب تاخیری۔ اس آیت میں تینوں واجبات بجالانے والے مہمانوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے وعدہ لیا کہ میرا گھر مسجد الحرام کو سجاؤ اور پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف نشینوں کے لیے اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

طواف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شرعی جسمانی طواف ہے اور دوسرا تصوف میں روحانی طواف ہے۔ تصوف کی (روحانی) طواف کے بارے میں چند جملے کہنے کے بعد حج کے موضوع پر آؤں گا۔ تصوف کی طواف کے بارے میں سید علی ہمدانیؒ رسالہ ذکریہ

میں حضرت جنیدؒ اور ابو یحیٰؒ کا واقعہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فرشتے ابو یحیٰؒ سے کہتے ہیں اے ابو یحیٰؒ ہم جب ایک بار طوافِ کعبہ مکمل کرتے ہیں تو آپ ہزار بار طواف مکمل کرتے ہیں، تو ابو یحیٰؒ نے جواب دیا۔ یہ درست ہے کیونکہ فرشتوں میں نرمی ہے، ہم انسانوں میں سختی ہے۔ ہم انسانوں میں غصے کی خصوصیت عشق کے عالم میں جذبے کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اس وجہ سے تیزی آتی ہے۔ یہ طوافِ تصوف ہے، عرش کے گرد۔

اب آیت مبارکہ میں طواف کرنے والوں یعنی حج کرنے والوں اور "والعاکفین" اور اعتکاف کرنے والوں۔ "والرکع السجود" اور نماز پڑھنے والوں کا ذکر ہے۔ اس آیت مبارکہ میں حج واجب تاخیری ہے، جب ہمارے پاس دولت سرمایہ اور گنجائش موجود ہو تو حج کی ادائیگی واجب ہے۔ یہ فرض جب تک اس کے تمام شرائط پورے نہ ہوں اس پر لاگو نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ہے واجب تاخیری۔ واجب فرض کفائی وہ ہے جسے کچھ لوگ ادا کرے تو باقیوں سے ذمہ داری ٹل جاتی ہے۔ اعتکاف واجب فرض کفائی کی مثال ہے جبکہ رکوع سجدہ یعنی نماز فرض عینی کی مثال ہے۔

عرب میں شادی کے وقت دُلہا مہمان خصوصی ہوتا ہے۔ دُلہا کے اعزاز میں آگے پیچھے زیب و زینت کے ساتھ پورے شان و شوکت کے ساتھ لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے پیچھے نغمہ پڑھنے والے درود و سلام پیش کرنے والوں کا قافلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا مہمان خصوصی کون لوگ ہیں؟ یہ ہیں "والعاکفین" اعتکاف والے۔ چونکہ معتکفین اللہ کے مہمان خصوصی ہیں اس لیے رسول کریمؐ غارِ حرا میں بعثت تک اعتکاف

NIT Manzoor & Memon Hyderabad Unit Karachi

نشین رہے۔ اور قرآن پاک نازل ہوا حالتِ اعتکاف میں 22 رمضان کو (پہلی وحی کا مرحلہ) مکمل ہوا 27 رمضان کو۔ حضرت عیسٰیؑ پر انجیل نازل ہوا کوہِ لقمان پر حالت اعتکاف میں دس 10 رمضان کو۔ حضرت موسٰیؑ پر تورات نازل ہوا کوہِ طور کی چوٹی پر اس کے دامن میں خانقاہ موجود تھا جو اب بھی مسیحی پوپ کے قبضے میں ہوتا ہے۔ حضرت موسٰیؑ پر لیلۃ اربعین چالیس روزہ اعتکاف کی تکمیل پر حالتِ اعتکاف میں تورات نازل ہوا جو مکمل ہوا 27 رمضان کو۔ حضرت داؤدؑ پر زبور نازل ہوا حالتِ اعتکاف میں 12 رمضان کو مکمل ہوا 27 رمضان کو۔

رب کا فرمان ہے "ولا تباشروھن و انتم عاکفون فی المساجد"۔
اس آیت کی نزول سے پہلے تک خواتین بھی اُمہات المؤمنین بھی معتکف ہوتی تھیں۔
اس آیت کی نزول کے بعد جہاد الاکبر خواتین پر حرام قرار دیا۔ حضرت ام سلمی رضی اللہ عنھا کی روایت کے مطابق رسول کریمؐ کے ساتھ ازواج نبیؐ معتکف رہیں، علت کی بنا پر۔ یہ بھی تاریخ میں ہے۔ جب آیت: ولا تباشروھن و انتم عاکفون فی المساجد ط تلک حدود اللہ فلا تقربوھا ط کذالک یبین اللہ ایتہ للناس لعلھم یتقون (البقرۃ ۱۸۷) نازل ہوئی تب سے خواتین کا اعتکاف بند ہوا۔ جب تم حالت اعتکاف میں ہو تو تمہاری ازواج تم پر ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ اللہ کا حدود ہے۔ اس کی خلاف ورزی میری خلاف ورزی اور اس کی پاسداری میری پاسداری ہے۔ یہ حدود اللہ ہے۔ حدود حد کی جمع ہے۔ حدود کئی ہیں۔ رب نے فرمایا کہ تم

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

کسی کے بھی قریب نہ جاؤ سوائے میرے۔یعنی حالت اعتکاف میں کسی بھی غیر اللہ کی قربت کا تصور بھی نہ کرو سوائے اللہ کے۔

ابھی آپ کو پیر طریقت، پیرانِ طریقت، مرشدانِ حقیقت، ولی مرشد، سیاحانِ عالم معرفت، غوث، غوثِ اعظم، غوث المتاخرین ان سب میں کون کون سے درجے قابل حصول ہیں کون کون سے نہیں۔صوفیہ نوربخشیہ عقائد کے مطابق ان میں سے ہر ایک کی شرائط کیا ہیں، کیا بغیر شرائط بھی ہوتے ہیں؟اس بارے میں مختصر بیان کریں گے۔

رہ گئی اعتکاف تو دورانِ اعتکاف کسی بھی غیر کی قربت سے منع فرمایا کیونکہ "کذالک یبین الله آیاته لناس لعلّهم یتقون ☆" تاکہ قدرت کی نشانیاں ظاہر ہوں۔کوئی غیر اس میں رکاوٹ نہ بن جائے۔کیونکہ "بیـن آیـات "یعنی واضح نشانیاں اعتکاف کی بدولت نصیب ہوتی ہیں۔اس لیے حضرت آدمؑ تا خاتم الانبیاءؐ اعتکاف کیے بغیر کوئی نبی نہیں گزرا۔خاتم الانبیاء تا غوث المتاخرینؒ کوئی امام، کوئی ولی نہیں گزرا جس نے اعتکاف نہ کیا ہو۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

اعتکاف کے بغیر جہاد الاکبر کا کوئی ثبوت، کوئی موضوع، کوئی عالم یا کوئی مفتی لے آئیں تو ہم مانیں۔اگر کوئی یہ کہتا ہو کہ جہاد اکبر وہ نہیں جو ہم کر رہے ہیں، تو ان سے کہوں گا کہ پھر اس جیسا کوئی نظام آپ لے آئیں، جہاد اکبر کا۔کسی کی ذاتی پسند یا ناپسند کے لیے جہاد اکبر کا خدائی حکم نہیں چھوڑ سکتے۔اعتکاف جسے واجب فرض کفائی کا درجہ حاصل ہے، کسی کی رضامندی کے لیے اس میں رنگینیاں پیدا نہیں کر سکتے، اس میں

تبدیلی نہیں لا سکتے۔

(مخالفین کی ایک اور تنقید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا)

حضرت بلال حبشیؓ کا آذان ایک مخرج کا معاملہ تھا۔ "اشھـــــد" کی بجائے "اسھـــــد" پڑھنے کی شکایت تھی۔ جس پر بلالؓ کو جب آذان سے روکا گیا، تو وحی آئی "اے میرے رسولؐ بلالؓ کا سین میرے ہاں شین ہے، میں نے بلال کی سین کو شین بنایا" اب بتا دو قبولیت اور نا قبولیت کا پیمانہ آپ کے پاس ہے یا ہمارے پاس؟۔ یہ پیمانہ خدا کے پاس ہے۔ بلالؓ کی خلوص کو دیکھو، الفاظ کو نہ دیکھو۔

ارے نادانو! یہ ایک مخرج کا مسئلہ تھا جس پر رسول کریمؐ سے یہ خطاب ہوا۔ تو ہمارا اعتکاف جہاد الاکبر ہے یا نہیں اس کا پیمانہ کسی اور کے پاس نہیں۔ تمہیں کیا معلوم، کہ یہ جہاد الاکبر ہے یا نہیں؟۔ اگر یونہی اعتراض کرو گے تو گمراہ ہونے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس کا احتساب اور قبولیت و نا قبولیت کا پیمانہ اللہ کے پاس ہے، کسی مفتی یا برائے نام عالم کے پاس نہیں۔ ہاں اگر اس (اعتکاف) کا متبادل لا سکو تو لاؤ۔ اگر ایسا کر پاؤ کہ جہاد الاکبر کا اعتکاف یہ نہیں یہ ہے کہہ کر اُس اعتکاف کے قوانین، ضوابط اور شرائط لے آئیں تب ہم مانیں گے وگرنہ تم صریح گمراہ ہو۔ جو اپنے سمجھ میں نہ آئے اسے غلط قرار دے، یہ کیا منطق ہے؟۔

اب رہی بات اعتکاف، تزکیہ نفس اور جہاد اکبر کی تو رسول کریمؐ سے خدا فرماتا ہے سورۃ الجمعہ میں "هو الذی بعث فی الامین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته

و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانو من قبل لفی ضلال مبین ☆ "اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ☆ رسول میں جیسے چاہوں یہ فضیلت عنایت کرسکتا ہوں، اس سے بڑھ کر فضل اور کوئی نہیں، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

غوث المتاخرینؒ سے تا خاتم الانبیاءؐ، خاتم الانبیاءؐ سے تا حضرت آدمؑ کسی نے بھی اعتکاف کو جہادِ اکبر سے خارج نہیں سمجھا۔ جو لوگ بستر ہ لے کر، ریڈیو لے کر، ڈائجسٹ لے کر بھی اعتکاف کے لیے بیٹھتے ہیں، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اعتکاف نہیں۔ اعتکاف کی نیت سے تو جارہا ہے۔ جہادِ اکبر کے نام پر تو جارہا ہے، کسی نے اسے حرام قرار نہیں دیا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کا تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور جہادِ اکبر سے کوئی واسطہ نہیں۔ آج یہ لوگ کہاں سے آئے جو اس اعتکاف کو ناجائز قرار دیتے ہیں؟ ایسے علم پر لعنت ہو جو تزکیہ کی راہ کو ناجائز کہتا ہے۔ تمہیں نیند غالب آیا، بیدار نہیں رہ سکا تو بیدار رہنے والوں کا اعتکاف اعتکاف نہیں ہوا۔ تم دائم الوضو نہیں رہ سکا تو دائم الوضو والوں کا اعتکاف نہیں ہوا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا "تم میری امت میں خدا کے ولیوں کو دیکھیں گے۔ ان کی نشانیاں ہیں دوامِ وضو، دوامِ توبہ اور دوامِ ذکر۔ ان تین نشانات سے تم میری امت میں اولیاء کو پہچان سکو گے۔ ان کی دوسری نشانی یہ ہے کہ اگر کوئی سوال کرے تو سیرۃ الانبیاء اور سیرۃ القرآن سے دلائل دیں گے۔ ان سے پوچھا جائے کہ تم کس کی پیروی کرتے ہو تو کہیں گے:

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

در شریعت پیروئی پیغمبرؐ است

در طریقت راہنمائے حیدرؓ است

ہماری شریعت میں آقائے نامدار محمد مصطفےٰؐ پیشوا ہیں، ہماری طریقت میں اسد اللہ الغالب حضرت علی علیہ السلام رہنما ہیں۔

یہ ہے ہماری روش اور ہمارے اعتکاف کا معیار۔

اب آتے ہیں پیر، پیر طریقت، مرشدان حقیقت اور سیاحان عالم معرفت وغیرہ کے اصطلاحات کی طرف۔

اس ضمن میں جب حضرت ذوالنون مصریؒ ہر علاقے میں پیر بنا کر بھیج رہے تھے تو فرمایا "فلا تقربوا ھا"۔ کسی کے بھی قریب نہیں جانا، سوا خدا کے۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ بلبل مرشد یا پیر کی مثال ہے۔ اصل عربی میں پیر کا لفظ ہی نہیں اپ ہی نہیں، اصل عربی میں مرید اور مراد کہتے ہیں یعنی اپنے شاگرد کو منزل مقصود یا مراد تک پہنچانے والا۔ یہ ہے مرشد فارسی میں اسے پیر کہتے ہیں۔ تاہم ہمارے ہاں پیران طریقت، مرشدان حقیقت سیاحان عالم معرف کی اصطلاحات موجود ہیں۔

بہرحال جب ذوالنونؒ نے مثال دی کہ بلبل پیر ہے، اور گوبر کا کیڑا اس کے پاس تربیت کے لیے لے گیا۔ شروع شروع میں گوبر کے کیڑے کو گلاب کے پاس لے گیا اور پوچھا کیسا ہے؟ تو کہا ویسے ہے، پھر ریحان اور عنبر کے پاس لے گیا اور پوچھا تو

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

پھر وہی جواب ملا 'ویسے ہی'۔ ابھی تک گوبر کی بُو اس سے نہیں نکلی تھی۔ جب معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے ناک میں گوبر کا ایک ٹکڑا پھنسا ہوا تھا۔ جب اِسے نکال کر باہر پھینک دیا اور اسے چھوڑ دیا تو وہ گلاب کے اوپر پروانہ وار گھومتے ہوئے کہا کہ مجھے تو گلاب ہی کافی ہے۔ دنیاداری کی تمام خیالات گوبر کی مثال ہے، پہلے انہیں صاف کرو، پھر خدا کے حضور میں بٹھاؤ۔ روحانی خوشبو سونگھنے کے لیے پہلے دنیا کی محبت یعنی گوبر کو دماغ سے نکال دو۔ یہ حضرت ذوالنونؒ نے سکھایا ہے۔ دماغ میں گوبر بھرنے کی ضرب المثل انہیں سے منسوب ہے۔ کسی چیز سے درد نہیں ہوا، مگر گلاب کی پتی مارنے سے تکلیف ہوئی، یہ ضرب المثل منصور حسین حلاجؒ کا ہے۔

جب تک اعتکاف کی مجلس نہ کرے تو آپ عالمانِ شریعت تو ہو سکتے ہیں پیرانِ طریقت نہیں۔ پیرانِ طریقت وہ ہیں جو اعتکاف کی اس مجلس کو چلانے کا اہل ہو۔ جس کو چاہیے کہ وہ اطوارِ سبع قلبیہ اور انوارِ متنوعۃ الغیبیۃ کا شناسا ہو، یعنی سات انوار کا نزول ہونا، سات حجابات کا اُٹھ جانا، سات دروازوں کا کھل جانا اور اس کے بعد مکاشفات کا حصول۔ مکاشفات کشف کی جمع ہے، شروع میں کشف القلوب یعنی وہ استاد جو دلوں کا حال جانتا ہو۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا نتیجہ یہ ہے کہ پیر طریقت کو دل کا حال شیشے کی طرح نظر آتا ہے۔ اس درجے کے اعتکاف کی مجلس چلانے والے کو کہتے ہیں 'پیرِ طریقت'۔ زیادہ تشریح میں نہیں جاؤں گا۔

NIPE Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

اگر ان خوبیوں کا حامل نہ ہو اور پیر طریقت کا دعویٰ کرے تو وہ موروثی پیر تو ہو

سکتا ہے، پیرِ طریقت نہیں۔ موروثی پیر کے بارے میں سید محمد نور بخشؒ نے کتاب کشف الحقائق میں تفصیل سے لکھا ہے۔ یہ کتاب نور بخشؒ نے سترہ سال کی عمر میں لکھا ہے۔

عالمانِ شریعت کے بعد پیرِ طریقت، پیرِ طریقت کے بعد پیرانِ طریقت یا پیرانِ پیر یعنی استادوں کو تربیت دینے والا۔ ہر گاؤں اور محلے میں استادوں کو تعین کرنے والا۔ وہ حکمت کا راستہ دکھانے والا۔ اُس استادوں کے استاد کو کہتے ہیں 'پیران پیر' جو اعتکاف کے اساتذہ کی تربیت کرے۔

اس کے بعد ہے "مرشدانِ حقیقت" مرشد کی کیا خصوصیات ہیں؟ انسان کی ایک گردشی روح ہوتی ہے۔ اس روح کی جب بھی شیطان سے ملاقات ہوتی ہے۔ انسان میں ہر قسم کی فاسدہ خیالات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا دماغ شیطان کا گھونسلہ بن جاتا ہے ایسے میں جو ہستی اُس انسان کو شیطان سے کاٹ کر خدا کی طرف لے جائے تو وہ ہے "مرشد" یعنی نہ صرف حق کا راستہ دکھانے والا بلکہ اُس راستے پر ڈالنے والا۔ شیطان سے کاٹ کر خدا اور رسول کی طرف لے جانے والے کو کہتے ہیں 'مرشد'۔ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ہیں مرشد کی خصوصیات۔

NYF Manzoor & Memon Hyderabad Unit Karachi

اس کے بعد ہے "سیاحانِ عالمِ معرفت"۔ یہ سیاح مارکو پولو کو بھی نہیں کہتے، کولمبس کو بھی نہیں کہتے، ابن بطوطہ کو بھی نہیں۔ بلکہ یہ سیاح وہ ہیں کہ رات کے ایک بجے آسمان سے سیاح فرشتوں کا ایک گروہ نازل ہوتے ہیں۔ یہ ایک ہوا لے کر آتے ہیں۔ وہی ہوا جس کی خدا نے قسم کھائی "والمرسلٰت عرفا☆" قسم ہے ان نرم نرم چلتی ہوئی

ہواؤں کی۔ جب یہ ہوا چلتی ہے تو مرغ آذان دیتا ہے۔ ہر ذی روح جاگ اٹھتا ہے۔ اس وقت جو جاگ اٹھتا ہے اس کا شمار زندوں میں ہوتا ہے، اور جو سویا رہتا ہے اس کا شمار مُردوں میں ہوتا ہے۔ 'سیاحان' فرشتوں کے اس گروہ میں دونور ہیں۔ ایک نور قرآن سے وابستہ ہے اور ایک نور رسولؐ سے وابستہ ہے۔ (کتاب اللہ وعترتی کا مصداق) یہ دونوں انوار جن کو حاصل ہو جائے تو ان دونوں انوار کے ساتھ دو اسم ہیں۔ یہ دونوں اسم ان انوار سے مل جائے تو انہیں کہتے ہیں: سیاحانِ عالم معرفت۔

اب رہا نوربخشی عقیدے کے مطابق کون سے روحانی عہدے ریاضت سے حاصل ہو سکتے ہیں کون سے نہیں؟ نوربخشی عقیدے کے مطابق ولایت کے عہدوں میں پیر بن سکتا ہے، پیران پیر بن سکتا ہے، عالمان شریعت بن سکتا ہے، مرشدانِ حقیقت بن سکتا ہے، ولی مرشد بن سکتا ہے، غوث بن سکتا ہے، غوث اعظم بن سکتا ہے لیکن غوث المتاخرین نہیں بن سکتا۔ یہ صوفیہ نوربخشیہ کا عقیدہ ہے۔ عامۃ المسلمین کا مشترکہ عقیدہ یہ ہے کہ رسول نہیں بن سکتا ہے، اولعزم نہیں بن سکتا ہے۔ 313 رسل نہیں بن سکتے، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر نہیں بن سکتے، مہدئی دوران یا مہدئی زمان بن سکتا ہے، مہدی موعود اور مہدی آخر الزمان نہیں بن سکتا۔ یہ عالم اسلام کا مشترکہ عقیدہ ہے۔

عالمانِ شریعت کو جب تک وہ طریقت کا اجازت یافتہ نہ ہو، پیر طریقت کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ تمہیں چاہیے ان اولیاء کو تلاش کریں۔ جیسا کہ سابقہ مقرر نے کہا ساڑھے تین لاکھ سے زائد "عالمون و العلماء الربانیون" دنیا میں موجود

NYF Manzoor & Mehmood Ltd Unit Karachi

ہوتے ہیں، یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

قرآن پاک میں کچھ چیزوں کا واضح تذکرہ نہیں فرمایا۔ مسجد اقصیٰ نہیں دکھایا۔ غارِ حرا جس میں رسول کریمؐ نے ایک عمر گزاری، تذکرہ نہیں آیا۔ حضرت موسیٰؑ کے کوہ طور پر اعتکاف نشینی کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کا کوہ لقمان پر اعتکاف کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت لقمان نے جس پہاڑی کو اپنا مسکن بنایا تھا بعد میں اس پہاڑی کا نام ہی جبلِ لقمان پڑ گیا تھا۔ اس پہاڑی پر حضرت عیسیٰؑ اعتکاف کرتے تھے۔ ان تمام میں کچھ نشانیاں پوشیدہ رکھی گئی ہیں تاکہ اس میں رکاوٹ نہ بنے۔

غوث المتاخرینؒ نے عوام الناس کی استفادہ کے لیے کچھ شرائط اور اسرار بیان فرمانے کے بعد رسول کریمؐ کی فرمان کے مطابق دو باتوں یعنی سابقہ اولیا اور انبیاء کی مثالیں دیتے ہوئے اعتکاف کی کچھ بنیادی اصول وضوابط اور شرائط وارکان پر اکتفا کیا۔ باقی تفصیلات اور کل شرائط وارکان اور اسرار ورموز کے لیے نبی مرسل اور ولی مرشد سے رسائی رکھنے والے کامل مرشد سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ کامل شرائط والے مرشد کے بغیر ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس لیے فرمایا کہ کچھ شرائط وارکان یہاں بیان کیے گئے ہیں، کل شرائط وارکان اُس مرشد کے پاس ہوگا۔

ثانیاً اعتکاف رکھنے کی مقام کے بارے میں فرمایا کہ خانہ کعبہ، مسجد نبوی، جمعہ و جماعت قائم ہونے والی مساجد مکروہاً مقامی مسجد میں بھی اجازت دی کیونکہ مساجد عبادات کے لیے ترستے ہیں۔ عالم اسلام میں ایک گھنٹے کا بھی اعتکاف ہے۔ ہمارے

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

ہاں کم از کم چوبیس گھنٹے کا اعتکاف ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اعتکاف کا ایک ساعت ہزار سال 'قائماً بالليل و صائماً بالنهار 'یعنی رات بھر عبادات اور دن بھر روزہ رکھنے کی اجر کے برابر یا اس سے زائد بیان فرمایا۔ اس لیے عالم اسلام میں گھنٹے کا بھی اعتکاف رکھا ہوا ہے۔ اعتکاف کے گھنٹوں کی بھی الگ تاثیر ہیں۔ اس لیے بیان فرمایا کہ تم عالم ربانی کی معیت اور پڑوس میں رہو۔ یہ نہیں کہا کہ مسجد کی پڑوسی میں رہو۔

عالم ربانی کون ہے؟ عالم ربانی وہ ہے جو کثرت سے اعتکاف کرنے والا ہو، خود اِس اعتکاف سے مستفید ہونے والا ہو، اس کے بعد عالم ربانی اور مرشد کے لیے ضروری ہے کہ 'کشف القلوب' یعنی دل کی کیفیات کو جاننے والا ہو اور ان کیفیات کے مطابق مجلس کو سجانے والا یا ٹوکنے والا ہو۔ انوارِ خداوندی، قیام، رکوع، سجود، احکامِ ذکرِ خدا، اور نوافل سے محفل کو سجانے والا ہو۔ معتکفین پر سُستی چھانے کی صورت میں تادیب کرنے والا، مختلف کیفیات میں ان کی رہنمائی کرنے والا، کھانے پینے میں عدم توازن کی وجہ سے بیمار ہونے کی صورت میں جسمانی امراض کا علاج کرنے والا حکیم ہو۔ ہمارے سلسلے کی بڑے مرشدین میں طب وحکمت کا ایک حصہ ہمیشہ سے رہا ہے۔ خاتم الانبیاءؐ، سے تا امیر کبیرؒ، نجم الدین کبریٰؒ، جنید بغدادیؒ ہمارے تمام جید مرشدین میں علاج معالجے کا ایک شعبہ رہا ہے۔ اس لیے سید محمد نور بخشؒ کے مطابق جہادِ اکبر کی امام کے لیے حکیم روحانی ہونے کے ساتھ طبیبِ جسمانی ہونا بھی مرشد کی شرائط میں سے ایک ہے۔

تو پیرِ طریقت کے لیے مکاشفات میں کشفِ قلوب کافی ہے۔ جبکہ پیرانِ طریقت یعنی استادوں کے استاد وہ ہے جسے 'کشف القبور' کی حکمت عطا ہو، یعنی وہ اہلِ قبور (مُردوں کی ارواح) سے بات چیت کر سکے۔ ان کے حالات جان سکے۔

اس کے بعد کا مکاشفہ ہے 'کشف الشھود'، یعنی تمام جمادات، پتھر، لکڑی، آگ، پانی، ہوا، ہر شے کی زبانِ حال سمجھنے والا ہو۔ اہلِ فلسفہ کے ہاں 'وحدت الشھود' ہے یعنی یہ کہنا کہ یہ پہاڑ، سبزہ، ہوا، پانی ہر شے اُس ذاتِ اقدس کی گواہی دیتی ہے، اس کے وحدت کی نشانیاں ہیں، جبکہ ہمارے ہاں یہ تمام اشیاء وحدانیت کے اسرار و رموز کی بولتی تصویریں ہیں اور مرشد، ان کے زبانِ حال کو سمجھنے والا ہوتا ہے، یوں کہیں کہ مرشد کامل کے لیے ان سے بھی بات چیت ممکن ہوتا ہے۔ کشف الشھود کے ساتھ پھر ہے 'مشاہدات' یعنی مشاہداتی کیفیت میں تجربہ ہونا نظر آنا، ماضی اور مستقبل کی حالات کو مشاہداتی (عین الیقین کی) کیفیت میں جاننا۔ پھر ہے 'معائنات' یعنی ان تمام حقائق کا معائنہ یا پڑتال کرنا، یہ تجرباتی کیفیت ہے جسے حق الیقین کہا جاتا ہے۔ معائنہ کی کیفیت میں ایک نور ہوتا ہے، جس کی بدولت معائنہ ہوتا ہے۔ نورِ وضو، نورِ نماز، نورِ صوم، ہر عبادت کا نور اسے حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے معاون ہوتا ہے ان تمام انوارات کے بعد جب شیطان سے مکمل قطع تعلق ہو جائے تو اُس نور کا نزول ہوتا ہے جس سے کشف الشھود کے دروازے کھلتے ہیں۔

اب ایک اعتراض یہ ہے کہ شاگرد معتکفین اعتکاف کے بعد بھی بگڑ جاتے

ہیں، منہیات سے باز نہیں آتے، فرائض کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں۔ تو یاد رکھو بیعت ایک چادر ہے، اس چادر کے نیچے عالم ربانی ہو سکتا ہے، ولی، ابرار، اخیار، ابدال، نجبا، عالم ربانی، غوث ہر ایک اس چادر میں آ سکتا ہے۔ میرے رسول کریمؐ کی اطاعت میں اور میرے اسداللہ الغالبؑ کی بیعت میں سبھی آ سکتے ہیں۔ اس چادر میں تضاد والے بھی آتے ہیں، گناہ گار، جاہل، مکار، ہر قسم کے بدکار، جھوٹے لوگ بھی آ سکتے ہیں۔ (جیسا کہ دورِ رسالت میں رہے)۔ 'ادخلی جنتی' کی بشارت کے وقت ان تمام لوگوں کو ٹھیک کرنے کی ایک طاقت ہے اس طاقت کا نام ہے 'توبہ'۔ جب خلوص نیت سے توبہ کرے تو اللہ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اس کی نیت ہے 'اتــوبــو الی اللّٰہ من الفسق ولفجور و المعاصی کلھا لوجوبھاقربۃ الی اللّٰہ'۔ اس طرح جب بندہ خدا کی طرف لوٹ جاتا ہے تو قسمت بدل جاتی ہے۔ یہ ہے بیعت جس کی خوبیاں تقلید میں نہیں۔ بیعت کے لیے قید ہے کہ جس کی بیعت کی جائے اُسے کیسا ہونا چاہیے۔ اس کے شرائط ہیں۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کیا جا سکتا ہے اس کے شرائط سورۃ التوبہ میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔ "التـائبـون العابدون الحامدون السـائـحـون الـراکعون الساجدون الآمرون بالالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ و بشر المؤمنین ☆(توبہ 112)

وہ توبہ کرنے والا ہو، عبادت گزار ہو، خدا کی حمد و ثنا یعنی ذکر میں مصروف رہنے ولا ہو، سیاح ہو یعنی نہ صرف ذکر کرنے والا ہو بلکہ ذکر کے مقامات پر گھومنے والا

بھی ہو، رکوع کرنے والا یعنی "والرکعوا مع الراکعین" کے مطابق جمعہ جماعت قائم کرنے والا ہو۔ سجدہ کرنے والا ہو مسلسل شکر بجالانے والا، نیکی کا حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا۔ حدودِ الٰہی کا محافظ ہو۔ (یہ تمام شرائط موجود ہوں تو) خدا مؤمنین کو بشارت دیتا ہے۔ یعنی وہ خدا کی طرف سے بشارت یافتہ ہو، بشارت اس چیز کی کہ خدا انہیں خود اپنی طرف سے علم عطا کرتا ہے۔ "فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنّا علما (کہف 65) اس الوہی علم کو کہتے ہیں 'علم لدنی'۔ اگر حکم خداوندی سے ارواح مقدسہ انبیاء واولیاء سے حصول علم ہو تو اس علم کو کہتے ہیں 'علم موہوبی'۔ جب بھی دین پر کمال استقامت ہو تو خدا فرماتا ہے کہ اس پر ایک ایسا فرشتہ نازل کیا جائے گا جو اسے علوم سے روشناس کرے گا۔ اس علم کو کہتے ہیں 'علمِ ملکی' اس علم کی حصول کے ساتھ خاصیت ملکی، اخلاق ملکی پیدا ہوتا ہے۔ ان علوم کا حصول ہوتا ہے بیعت کے ذریعے۔ دنیاداری کی علم کو کہتے ہیں 'علمِ کسبی'۔ علم کی ان چار اقسام میں ادیان اور ابدان، صوری و معنوی سولہ اقسام قائم ہیں۔ یہ ہیں صاحبِ بیعت مرشد کے قرآنی شرائط۔

فقہی شرائط کچھ بیان کر چکا ہوں۔ آخری شرط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں 'معائینات' کے بعد کا مقام ہے 'تجلیات'۔ پہلے والے انوار (معائنات تک) نور صفات ہیں ۔اب تجلیات کے مرحلے پر "نورِ ذات" کے ساتھ تعلق استوار ہوتا ہے۔ جب ذات اور صفات سے منسلک ہو جائے تو قرآنی فرمان کے مطابق سورۃ البینہ:

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ء ذالک لمن خشی ربہ (البینہ۔8) وہ خدا سے راضی ہوا اور خدا اس سے راضی ہوا۔ اور یہ عنایت اُس بندے کے لیے ہے جو اپنے رب سے خشیت رکھتا ہے۔ اسے خدا پر ناز ہے اور خدا کو اس بندہ مؤمن پر ناز ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں دوئی مٹ جاتی ہے۔

اس کے بعد (فقہ الاحوط میں) ملکوت، لاہوت، جبروت تمام مقامات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں اگر ان تمام کامل صفات کا جامع مرشد نہ ملے تو کم از کم آپ کے مرشد اور استاد کو چاہیے کہ وہ " تقی یعنی پرہیزگار ہو، ریاضت کرنے والا ہو، کشف والا ہو، ملکوت میں سیر کرنے والا ہو، مشاہدہ کرنے والا ہو، جبروت میں پرواز کرنے والا ہو، فانیاً فی اللہ یعنی خدا کے سوا کسی اور کو نہ چاہنے والا ہو، باقیاً باللہ یعنی حیات و ممات کا تصور نہ ہونے والا ہو، عالماً بآداب طریقت یعنی کم از کم طریقت کے رموز کا عالم ہو، اعتکاف کے چالیس طریقوں کا جاننے والا ہو، اور ان طریقوں کا اپنے شاگردوں یعنی سالکین کو تربیت دینے والا ہو، ذکرِ خداوندی پر زبردست تاکید کرنے والا ہو، سالکین کو نظر آنے والے واقعات کی درست تعبیر بیان کرنے والا ہو، مرشدین کاملین سے بیعت اور تربیت لینے والا ہو"، بیعت شرط رکھا تقلید کرنے والا ہو کیوں نہیں کہا؟ مزید فرمایا کہ "واجب ہے کہ بیعت کا یہ سلسلہ رسول کریم تک پہنچتا ہو۔ واجب ہے کہ اقوالِ رسولؐ اور افعالِ رسولؐ سینے سے سینے منتقل ہوتے ہوئے اپنے تک پہنچنے والا ہو۔ اور اگر وہ امام امتی ہو (سید نہ ہو) اور امت میں سے بھی ناخواندہ ہو، وہ قریشی، ہاشمی، یا علوی بھی نہ ہو

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ رسولؐ سے اس کا باطنی نسبت ہے۔ وہ رسول کریمؐ کا قلبی اور حقیقی اولاد ہے نہ کہ صلبی۔ حدیث مبارکہ "کل تقی آلی" کا اشارہ متقی قلبی اولاد کی طرف ہے، وہی رسول کریمؐ کے وارث، جانشین، اور قائم مقام ہیں۔

اس وقت ہماری قوم میں تقلید اور بیعت کی بحث چل نکلی ہے۔ اب رہ گئی تقلید اور بیعت۔ ہمارے بزرگان دین کے علم کی بنیاد 'علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین پر ہیں، تقلید اور ظن وتخمین پر نہیں۔ "ان اللہ امرنی ان ارفع الاختلاف من بین ھذہ الامت و کافۃ اھل العالم اولاً فی الفروع و ثانیاً فی الاصول. و ابین الشریعت المحمدیۃ کما کانت فی زمانہ من غیر زیادۃ او نقصان" تقلید کی صورت میں زمانہ رسالت فوت ہوجاتا ہے۔ فقہ الاحوط میں استنباط کا کوئی مثال ہو تو بتاؤ۔ بلکہ مرشد کے شرائط میں مقلد یا تقلیدی نہ ہونا شرط رکھا۔ 'فی الاخذ البیعت' کہنے کے علاوہ سلام پھیرنے کے بارے میں فرمایا کہ تم جاہلوں کی طرح سلام نہ پھیرا کرو۔ تم قیدیوں کی سلام نہ دیکھو۔ تقلید ایک قسم کی قید ہے جو قلادہ سے نکلی ہے۔ اس کے ذریعے مقلدین کو جہاں چاہے لے جائے۔ ان کی حیثیت تو قیدی کی سی ہے، اس لیے فرمایا کہ اس قیدی کی طرح نہ بن جاؤ۔

راہ نوربخشی است راہ اعتدال
دور از افراط و تفریطِ جہال

نوربخش کا راستہ اعتدال کا راستہ ہے، افراط وتفریط سے دور، ہر کام میں میانہ

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

روی۔ سید محمد نور بخشؒ نے صرف فقہ الاحوط کی بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فرمایا: راہِ تقلید را بھل تحقیق جو۔

"اے نور بخش تو تقلید کی راہ چھوڑ دو اور تحقیق کا راستہ اپناؤ"

پیغمبر اسلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تحقیق کردہ راستے پر جم جاؤ، قائم ہو جاؤ، استقامت پیدا کرو۔ اگر رسمی تقلید والے ہوتے تو آج ہمارا حشر کچھ اور ہو چکا ہوتا۔ زیادہ تشریح کی فرصت نہیں۔ میرے فقہ میں چار مقامات پر بیعت کا حکم اور تذکرہ ہے۔ تقلید کا حکم ایک بار بھی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم تقلیدی نہیں ہیں۔ علمائے کرام تشریف فرما ہیں، تقلیدی ہونے یا تحقیقی اور بیعت والا ہونے کے کیا مسائل ہیں اس پر وقت ملنے پر بات چیت کریں گے، اگر میری سمجھ میں نہ آیا ہو تو علمائے کرام مجھے سمجھائیں اور اگر ان کو ضرورت ہو میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

اب رہ گئی ہمارے ہاں موجود برائے نام اختلافات کے بارے میں۔ فقہ الاحوط میں خدا کی قسم کوئی اختلاف نہیں، دعوات صوفیہ میں کوئی اختلافات نہیں، ہمارے قرآن میں کوئی اختلافات نہیں۔ جب یہ کہا گیا کہ مکمل قرآن ابھی آنے والا ہے تو اختلافات پیدا ہوئے۔ میرا اصول اعتقادیہ میں کوئی اختلافات نہیں ہے، فقہ میں کوئی اختلافات نہیں بلکہ اختلافات کو ختم کیا ہوا ہے۔ آج جب ہمارے کامل مکمل ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو دو حرفی قرار دیا تو اختلافات شروع ہو گئے۔ ہمارا قرآن وہ قرآن ہے جو اُس رسولؐ پر نازل ہوئی، جو تمام رسولوں میں سب سے ممتاز اور منتخب ہے۔ اس

مہینے میں نازل ہوا جو تمام مہینوں سے اولیٰ ہے۔"شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدیٰ و الفرقان☆ (البقرۃ185)"۔ راتوں میں سب سے قدر والی رات میں نازل ہوا۔ یہ قرآن کی برکت ہے کہ دین مکمل ہوا۔ قرآن نے چیلنج دیا۔ اب جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اصل قرآن تو ابھی آنے والا ہے تو اختلافات شروع ہوگئے۔ اس طرح میرا مولا علیؑ تمہارے عقیدے سے مختلف ہے۔ جب رسول کریمؐ پر وحی میں وقفہ ہوا تو لوگوں نے طعنہ دینا شروع کیا کہ محمدؐ کے خدا نے اسے چھوڑ دیا ایسے میں میرے مولا علیؑ نے کرسی پر چڑھ کر فرمایا "سلونی قبل ان تفقدونی "پوچھو مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہو۔ وہ علمِ کُل، ایمانِ کُل، علیؑ ہمارا علیؑ ہے جبکہ کچھ لوگوں کی عقیدے کے مطابق علیؑ بھی دوحرفی ہوگیا تو اختلافات۔ ایسے عقائد پر لعنت بھیجنا چاہیے۔ میرا علیؑ تو کامل مکمل، "سلونی قبل ان تفقدونی " کا مالک۔ میرا اسلام علیؑ کے ذریعے کامل کردیا، جس پر اللہ راضی ہوا" رضینا باللہ تعالیٰ"، اور "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ3)" کا سند عطا ہوا۔ لیکن جب کچھ لوگ اس کامل دین کو فاسد کہنے لگے تو اختلافات!

جب اللہ نے دین کو مکمل فرمایا اور اس پر راضی ہوا تو ہم نے بھی کہا" رضینا باللہ تعالیٰ ربّاو بالاسلام دینا (اورادِ فتحیہ)" پروردگار ہم بھی تجھ سے راضی ہوئے کہ تو نے ہمیں دین اسلام عطا فرمایا۔ ہم ہر روز اس شکرانے کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا

دین کامل و مکمل اسلام ہوا۔ جبکہ کچھ لوگوں کا دین علیؑ کے بعد فاسد قرار پائے۔ ہمارا رسولؐ "و ما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین "رسول کریم ہمیشہ کرم کرنے والا آج کرم ہو کل نہ ہوا ایسا نہیں۔ ہمیشہ کے لیے یوم القیامت تک پوری عالم کے لئے رحمت جبکہ ایک گروہ کا رسولؐ بھی دو حرفی ہوگیا، اس لیے اختلافات۔ حد یہ کہ خدا کی ربوبیت پر بھی سوال اٹھایا گیا جب امام مہدی آخر زمانؑ کو زمین کا رب کہا گیا، تب اختلافات شروع ہوگیا۔ خدا نے فرمایا ہے: لیس البر ان تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب و لکن البر من امن باللہ والیوم الاخر و الملٰئکۃ والکتاب والنبین (البقرہ ۱۷۷) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔ جب تک امنت باللہ تا والیوم الآخر ایمان نہ لائے کوئی نیکی نہیں۔ یہ رکن ہے، اس پر ایمان نہ لائے تو کفر ہے۔

میرا رب وہ ذات ہے، حروف ربانی کے مطابق اگر امنت باللہ کا 'ب' نکال دیں تو 'اللہ'، "اللہ نور السمٰوت والارض (نور 35)"، 'الف' چھوڑ دیں تو 'للہ'، " للہ ما فی السمٰوات والارض "، 'ل' کے بغیر پڑھو تو 'لہ'، "لہ ما فی السمٰوات والارض"، اور 'ل' کے بغیر پڑھو تو 'ہ'، " ھو اللہ الخالق البارئی المصور لہ الاسماء الحسنیٰ (الحشر 24)"۔ ان حروف ربانی کے ساتھ اسم کل پر ایمان لایا تو ایمان کل بنا، اسلام کل بنا۔ ہمارا دین وہ دین ہے۔ ہمارا آخر الزمانؑ، رسول کریمؐ کا نائب ہے، اسد اللہ الغالبؑ کا نائب ہے۔ اس گروہ کا آخر زمان کچھ اور ہے، اس لیے

اختلافات۔۔۔۔۔۔۔۔

اب فقہ، فقہ غوث المتاخرینؒ نے لکھی۔ کہتے ہیں مرشد ہو تو فقہ لکھو، اب غوث المتاخرینؒ سے علی علیہ السلام تک کسی نے فقہ نہیں لکھا تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مرشد نہیں تھے۔ اس طرح کی بے سروپا اعتراضات سے اسی طرح کے نتائج نکلتے ہیں۔

شاہ سیدؒ نے فقہ کیوں لکھا؟ اس پر سرورِ کونین کی پیش گوئی موجود ہے۔ سرورِ کونینؐ نے آخری عمر میں فرمایا "لقیست اخوانی"، مجھے اپنے بھائیوں کی یاد آتا ہے، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عائشہؓ جا کر حضرت ابوبکرؓ کو لے آئے۔ حضرت حفصہؓ جا کر حضرت عمرؓ لے آئے۔ ایک اور زوجہ جا کر حضرت عثمانؓ لے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا آپ سب میرے اصحاب ہیں، بھائی نہیں۔ حضرت ام سلمہ جا کر حضرت علیؓ لے آئے، تو آپؐ نے فرمایا یاعلیؓ آپ دنیا اور آخرت دونوں میں میرا بھائی ہے لیکن جن بھائیوں سے ملاقات کے لیے میں بے چین ہوں وہ کوئی اور ہیں۔ جب پوچھا گیا کہ وہ بھائی کب آئیں گے؟ تو فرمایا میرے وہ بھائی جس طرح ہم مکے سے مدینے ہجرت کر کے پہنچے اس طرح جب میرا دین یہاں سے ہجرت کر کے برف پوش چوٹیوں اور مارخوروں کی رہائش گاہ تک پہنچیں گے اور وہیں محفوظ ہوگا۔ تو میں ان بھائیوں سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں۔

آنحضرتؐ نے تین پیش گوئیاں فرمائیں۔ ایک حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے بارے میں، ایک امام آخرزمانؑ کے بارے میں اور ایک اُس شخصیت کے بارے میں

جس کا نام آپؐ کے نام پر اور جس کا کنیت آپؐ کی کنیت ہوگی جو دین اسلام کو اس طرح زندہ کرے گا جس طرح خود زمانہ رسولؐ میں تھا، یہ ہستی ہیں میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ کتابوں کا مطالعہ کیا کرو، تحقیق کیا کرو۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا اگر مجھ سے منسوب حدیث قرآن کے مطابق آئے تو لے لو ورنہ چھوڑ دو، پرے پھینک دو۔ آج اگر غوث المتاخرینؒ کے نام سے بھی کوئی حکم قرآن کے خلاف ہو تو ہم اسے دیوار پر دے مارنے کے لیے تیار ہیں۔ اسد اللہ الغالب علی علیہ السلام فرماتے ہیں نہج البلاغہ میں مروی ہے "اگر میرا قول قرآن کے مطابق آئے قبول کرو، قرآن سے مطابقت نہ رکھے تو دیوار پر دے مارو" یہ ہے علیؑ۔

تو اے اعتکاف نشینو!، اے خدائی مہمانو! دنیا کی رنگینیوں سے خوفزدہ نہیں ہونا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُس رب کی فضل وکرم سے ہم ہر شیطانی قوت کا مقابلہ کریں گے۔ جن لوگوں نے کچھ علوم طوطے کی طرح یاد کیا ہے، انہیں عالمان شریعت کی زمرے میں شاید گنا جا سکے لیکن نہ وہ پیر طریقت کے عہدے کو پہنچ سکتا ہے، نہ سیاحان عالم معرفت کا تمیز کر سکتے ہیں، ایسے لوگ اپنے عقائد ہمارے اوپر لاگو کرنا چاہتے ہیں، ایسا نہیں ہوگا۔

سوڈان کا ایک آدمی تھا، شام میں گیا وہاں سے شادی کر کے وہ مصر میں جا بسا۔ ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا۔ ایک دفعہ باپ نے ایک تھپڑ مارا، دوسری دفعہ ماں نے بھی ایک تھپڑ رسید کیا تو اس بچے نے کہا "میرا باپ سوڈانی خیالات لے کر مجھے مارتا ہے، میری ماں شامی مزاج لے کر مجھے مارتا ہے، تمھارے خیالات مصری ہیں، تم کہاں جائیں

گے "۔ اسی طرح کوئی اِدھر سے پڑھ کے آ کر ہمارے اندر مداخلت کرتا ہے، کوئی اُدھر سے آ کر مداخلت کرتا ہے، ہم کہاں جائیں ہمارا معیار الفقہ الاحوط ہے، اصول اعتقادیہ ہے اعتقادات میں ان سے ہٹ کر، ان اعتقادات سے متصادم کوئی اور کتاب لے آتے ہیں تو اختلاف جنم لیتے ہیں۔

پاک پروردگار عالم! تیرے آسمائے حسنیٰ کے واسطہ، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے شان اور مرتبے کا واسطہ، اولیائے کرام کی شان اور رتبے کا واسطہ، نورِ پنجتنؑ کی شان اور رتبے کا واسطہ، اسد اللہ الغالب ہمارے آقا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اُس شخص پر رحم ہو جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اپنے معیار کو پہچانا"۔ ایک قرآنی واقعہ سنا کر قرآن کے وسیلے سے دعا کریں گے۔ قرآن میں مطلع اور لا کی آیات ہیں۔ ایک آدمی چلتا ہے چار بوجھ لے کر: گناہ کا بوجھ، فریاد کا بوجھ، مغفرت کا بوجھ اور تمناؤں کا بوجھ لے کر۔ چلتے چلتے وہ تھک جاتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں کے پاس جاؤ تو عار کرتا ہے۔ مہارت والے سے رجوع نہیں کرتا۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Urdu Karachi

پاک پروردگار عالم قرآن پاک کی تمام آیات رحمت کا واسطہ، رب العزت سب سے پہلے ہمارے ملک پاکستان میں خیر و عافیت عطا فرما۔ پاکستان کے لیے ایک طاقتور اور رحم دل حکومت قائم فرما۔ افواج پاکستان کو ہر محاذ پر فتح و نصرت عطا فرما۔ رسول کریمؐ کی دعا: وجعلنی من لدنک سلطاناً نصیراً کے واسطے ہمارے افواج کو غیبی فتح و نصرت عطا فرما۔ اعتکاف بیٹھنے کے بعد رسول کریمؐ نے تزکیہ کرنے والوں کا وسیلہ

دیتے ہوئے دعا فرمایا تھا، اُس دعا کی وقت اور فضلیت کا واسطہ، رب العزت ہم صوفیہ نوربخشیہ کے ہر فرد کے گھرانے میں خیر و عافیت عطا فرما۔ ہم سب کو منافقوں کی فریب کاری سے محفوظ و مامون فرما۔ رب العزت ہم سب کے گھرانوں میں سکون اور خیر و برکت عطا فرما۔ رب العزت حاضرین کی ہر قسم کی شرعی تمناؤں کو پوری فرما۔ رب االعزت اس خطے کو ہر قسم کی آفت اور بلا سے محفوظ فرما۔

و آخر دعوانا عن لحمد لله رب العٰلمین☆

تفسیر سورۃ الکوثر

(یہ خطاب بھی اگست 2010 میں کہف اعتکاف کی معتکفین سے خطابات میں سے ایک ہے۔اس کی آڈیو فائل 49 منٹ 22 سیکنڈز پر مشتمل ہے جس کی ریکارڈنگ تاریخ 27 اگست 2010 ہے۔ اس خطاب کی بھی اولین سامعین کہف اعتکاف کے معتکفین ہیں۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انا اعطینا ک الکوثر ☆فصل لربک و انحر ☆

ان شانئک ھو الابتر ☆

صدق اللہ العلی العظیم

برادرانِ ملت خداوندکریم کے لیے حمدوثنا اور محمدؐ وآلِ محمدؐ پر ہزاروں درودوسلام پیش کرنے کے بعد۔ اللہ پاک کے اپنے سراپا ہدایت قرآن پاک کی ایک مختصر سورۃ مبارکہ تلاوت کی ہے۔ رب العزت نے فرمایا یہ بڑی شان والی کتاب ہے، یہ سیاہی اور کاغذ نہیں، بلکہ لوح محفوظ پر تحریر ہے، اسے پاکیزہ ہوئے بغیر چھونا بھی نہیں۔ اے رسولؐ اگر آپ سے پوچھ لیں کہ اسے کس نے نازل کیا ہے تو آپ فرمائیں کہ اسے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ اس لاریب کتاب میں اللہ فرماتا ہے۔ انا اعطینا ک الکوثر ☆ یہاں حرف تحقیق کے ساتھ آیا ہے۔ اس بارے میں کئی روایتیں ہیں، تاہم

بنیادی طور پر یہ سورت رب العلمین نے رسول کریم کو دلاسا دیتے ہوئے نازل فرمایا۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو اس وقت شعر و شاعری کا زبردست مقابلہ تھا۔عرب میں شعر و شاعری کی مشہور کتاب جو قرآن کے مقابلے میں قرآن پر اعتراض کرتے ہوئے یہودیوں نے لکھا تھا، سبع معلقہ کہتے ہیں۔اس میں سات کتابیں ہیں۔یہ قدیم قسم کی دورِ جہالت کی شاعری پر مشتمل ہے۔تو اُس دور میں شعرائے عرب اپنے اشعار کو خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکاتے تھے۔تو لوگ جمع ہو کر اس پر داد دیتے، اس کی رموز و مخارج، فصاحت و بلاغت اور دیگر ادبی محاسن پر تبصرہ کرتے تھے۔ جب ایک بار مقابلے میں اس سورت مبارکہ کو لٹکایا گیا تو شعرائے عرب نے اپنے بتوں لات و منات کی قسمیں کھا کر کہا کہ یہ کلام بالکل انسانی کلام نہیں۔یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔اس طرح کی فصاحت و بلاغت کسی اور قوت کی ہے۔مکہ میں مسجد الحرام پر آویزاں کیے جانے والی پہلی سورت سورۃ الکوثر ہے۔

اسی طرح مسجد الحرام میں اولین تلاوت شدہ سورتوں میں سورۃ رحمٰن ہے۔ سورۃ رحمٰن کو دُلھا کہا جاتا ہے۔اس کا اولین قاری انتہائی خوش آواز تھا۔تو اس نے رسول کریمؐ سے عرض کیا، اے رسول خداؐ اگر فلاں قوم کا فرد تلاوت کرے گا تو اس کی قوم اور مشرکین میں جھگڑا ہوگا۔اگر فلاں بندہ تلاوت کرے گا تو یہ مشکل پیش آئے گا۔میں چونکہ بالکل بے کس ہوں، اس لیے اگر میں تلاوت کروں تو مشرکین مجھے ماریں گے۔ اور جب مجھے ماریں گے تو چونکہ میرے پیچھے جھگڑنے والا کوئی نہیں ہوگا اس لیے

خود مشرکین کے آپس میں پھوٹ پڑے گا۔ کہ اگر مارنا ہے تو فلاں کو ماریں اس نے ایسا کیا ہے، فلاں کو ماریں اُس نے ویسا کیا ہے۔ جیسا کہ کہا جائے گا کہ جب حضرت حمزہ نے ابوجہل اور ابولہب کو مار بھگایا تھا تو کسی نے ان پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہیں کی۔ اس نے حمزہ سے بڑھ کر کوئی جرات تو نہیں کی۔ اس لیے میں اسے تلاوت کروں گا۔ چونکہ اس کی آواز نہایت بلند اور انتہائی خوش الحان تھا۔ رسول کریمؐ نے اجازت دے دی۔ واقعی جب اس نے تلاوت کی تو لوگوں نے اسے اتنا مارا کہ ان کے منہ سوج گئے لیکن ان کی قرات اور خلوص میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس خلوص کی بدولت خدا نے رسول کریم کو خبر دی کہ اس سورۃ کو دُلھا قرار دیا گیا ہے۔ اور اس قاری کو آدم سے خاتم تک تمام اُمت میں سے قیامت کے دن دُلھا کی روپ میں محشور کیا جائے گا۔ تو اولین تلاوت سورۃ رحمٰن کی ہوئی۔

سورۃ الکوثر کے بارے میں ایک عام روایت یہ ہے کہ عرب میں جس کا اولاد نرینہ نہیں ہوتا، اسے ابتر کا طعنہ دیا جاتا تھا۔ اس کا جواب ہے۔ تاہم اس کی عرفانی تفسیر یوں ہے کہ خدا اور رسولؐ کے نزدیک ابتر یعنی قطع النسل کون ہے، اس کا فیصلہ ہے۔ اس لیے اللہ پاک کی جانب سے یہ سورہ انتہائی فصاحت و بلاغت سے بیان ہوئی ہے۔ بیشک (حرف تحقیق کے ساتھ) آپ کو کوثر عطا کیا۔ کوثر کے کئی معانی ہیں۔ اس سے مراد حوض کوثر بھی ہے۔ اس سے مراد اولاد کثیر بھی ہے۔ اولاد کی کئی قسمیں۔ پانچ قسم کی اولاد کا تذکرہ ملتا ہے۔ اولادِ صلبی، اولادِ قلبی، اولادِ حقیقی، اس طرح سے پانچ قسم کی

اولاد یعنی وارث آپؐ سے ہی رائج ہوں گے۔ اس قسم کی کثرت اولاد سے متعلق فقہ الاحوط میں باب الجہاد میں جہادِ اکبر کے لیے لازم امام کی شرائط کے بارے میں فرمایا "اگر تمھیں جامع صفات امام نہ ملے تو لازمی ہے کہ بیعت کرنے، اعتکاف رکھوانے اور جہادِ اکبر چلانے کے لیے کم سے کم شرائط یہ ہیں کہ وہ متقی ہو، ریاضت کرنے والا ہو، کشف والا ہو، ملکوت میں سیر کرنے والا ہو، مشاہدہ کرنے والا ہو، جبروت میں پرواز کرنے والا ہو، فانی فی اللہ یعنی خدا کے سوا کسی اور سے پیار نہ کرنے والا، باقیا باللہ یعنی حیات و ممات کا تصور نہ ہو، آدابِ طریقت کے رموز کا شناسا ہو۔ اعتکاف کے چالیس طریقوں کا جاننے والا ہو، شاگردوں کو ان طریقوں کی بہترین تربیت کرنے والا ہو۔ خدا کو یاد کرنے کے لیے زبردست تاکید کرنے والا ہو۔ شاگردوں کو پیش آنے والے واقعات کی ٹھیک ٹھیک تعبیر بیان کرنے والا ہو۔ وہ نبی مرسل اور ولی مرشد سے تربیت لینے والا اور بیعت لینے کا مجاز ہو۔ واجب ہے کہ اسے اقوال رسولؐ اور افعال رسولؐ یعنی شریعت و طریقت کے رموز سینہ بہ سینہ حاصل کردہ ہو۔ ان شرائط کا حامل فرد اگر اُمّی ہو، اور اُمّی میں سے بھی اَن پڑھ ہو، وہ قریشی، علوی یا فاطمی نہ ہو تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ رسول کریمؐ سے اس کی نسبت باطنی ہے۔ وہ رسول کریمؐ کا قلبی اور حقیقی وارث ہے نہ کہ صلبی۔ کل تقی آلی ☆ اسی حقیقی قلبی اولاد اور وارث کی طرف اشارہ ہے۔ یہی اولادِ حقیقی رسول کریم کے جانشین، قائم مقام اور وارث ہیں۔ یوں ان قلبی اولاد اور صلبی اولاد کو شامل کرنے کے بعد آپ اولادِ کثیر کے مالک ہیں، ابتر نہیں۔

کوثر کا ایک اور معنی خیر کثیر ہے۔ رسول کریم کو اسلام جیسا ایسا دین عطا کیا جو خیر کثیر کا مصداق ہے۔ کامل مکمل دین عطا کیا یہ خیر کثیر ہے جو کسی اور نبی کے اُمت کی نصیب میں نہیں آئی۔ اس چاروں کثرت یعنی اولاد صالح کی کثرت، حوض کوثر، خیر کثیر یعنی مکمل اسلام عطا ہونے کی اُجرت میں آپ نماز قائم کریں، اور قربانی دیں۔ خدا نے اگر کسی پر منت کا اظہار فرمایا ہے تو وہ دین اسلام عطا کرنے کی منت ڈالی ہے۔ الدین کما تدان ☆ دین سے مراد یہ ہے کہ جو کمائے گا وہ پائے گا۔ نیکی کا بدلہ نیکی، اور بدی کا بدلہ سزا کی صورت میں۔ اسلام ایسا دین ہے کہ خدا کی سلامتی اُس بندے میں داخل ہو جائے۔ جب سلامتی جس بندے میں داخل ہو جائے تو اس کیلئے حیات ہی حیات ہے۔ اس کے لیے ممات نہیں۔ اس کے لیے موت نہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوئے ہیں۔ موتو ا قبل ان تموت ☆ کے مصداق وہ مرنے سے پہلے اختیاری موت مرے ہوئے ہیں (یعنی ان کے نفس امارہ کی موت واقع ہو چکی ہوتی ہے)۔ یہ ہے مقام اسلام یعنی سلامتی داخل ہونے کا۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے۔ ابن عباسؓ نے رسول اکرم سے پوچھا صراط الذین انعمت علیھم ☆ کا مفہوم ان کے سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ کون سی نعمت ہے، جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے؟ (یہ نعمت اسلام کی نعمت ہے)، یعنی سلامتی کل میں داخل ہونے کی نعمت سے کیا ہوتا ہے؟ تو رسول خداؐ نے فرمایا۔ جب سلامتی کل داخل ہو جائے یعنی مکمل اسلام میں داخل ہو جائے تو سلامتی ہی سلامتی ہے، یہاں حیات ہی حیات ہے۔ راہِ خدا میں جان

NYF Mahmoor & Mehmoodabad Unit Karachi

دینے والوں کے بارے میں قرآن نے فرمایا وہ رزق پا رہے ہیں، ان پر نعمتیں نازل ہوئی ہیں۔ از روئے قرآن وہ رزق کھا رہے ہیں، وہ زندہ ہیں، انہیں مردہ نہ کہو۔ وہ محض تمھارے شعوری سطح سے ماوراہے، تمھاری بصارت اور سماعت سے ماوراہے، وگرنہ وہ زندہ ہیں۔ شہید کو مردہ نہ کہو۔ ان میں اسلام کی سلامتی داخل ہو چکی ہے۔ مکمل سلامتی (یعنی حیات جاویدانی) داخل ہو چکی ہے۔ اس تکمیل کا نچوڑ یا تمتہ مکمل اسلام ہے۔ جس کا ایک بنیادی عنصر جہاد الاکبر ہے۔ تو مکمل اسلام کو خیر کثیر کہا ہے۔ اس خیر کثیر کی اجرت میں حکم یہ ہے فصل کہ آپ نماز قائم کریں اور وَ انحر قربانی دیں۔ لفظ و انحر قانونی اعتبار سے لفظ فعلان سے ہے۔ قربانی سے مراد قربت حاصل کرنے کے تمام اعمال ہیں۔ لہٰذا حکم یوں ہے "رسول آپ مجھ سے قربت حاصل کرنے کے تمام اعمال بجا لائیں۔" آپ قربانی دیں۔ اگر ایسا کریں یعنی نماز قائم کرنے کے ساتھ قربانی دیں (قربت کے امور انجام دیں) تو آپ کوثر کے مالک قرار پائیں گے، جبکہ آپ کے دشمن خود بے نام ونشان رہیں گے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مکمل اسلام والے ابتر نہیں ہیں، نماز قائم کرنے والے ابتر نہیں ہیں، قربانی دینے والے اور قربت کے تمام اعمال بجالانے والے ابتر نہیں ہیں۔ بلکہ ابتر وہ لوگ ہیں جو خدا سے قربت حاصل کرنے کے اعمال چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ کی اصل مفہوم اس طرح رب العزت نے اس قدر فصاحت و بلاغت کے ساتھ واضح فرمایا۔ "بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔ اس نعمت کی

اجرت میں آپ نماز قائم کریں اور قربانی دیں۔ (اگر ایسا کریں تو) آپ کے دشمن (جو ایسا کرنے والے نہیں) خود بے نام ونشان رہیں گے"۔

یہاں یہ بشارت موجود ہے کہ اے رسولؐ آپ کا مستقبل نہایت پائیدار ہے۔ اس طرح یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔ فعلان نور خدا سے قربت ہونے والے تمام اعمال ہیں۔ وانحــر یعنی قربانی کے کئی طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ہمارے جسم کے بدلے جانوروں کی قربانی دینا ہے۔ دوسرا خود بدن کی قربانی ہے جس کے الگ طور طریقے ہیں۔ ایک کا نام (جہاد) اصغر ہے، ایک کا نام (جہاد) اکبر ہے۔ اس جہاد اکبر میں قربانی کا یہ نکتہ ہے کہ اس میں رضائے الٰہی کے بغیر اپنے ذاتی اغراض کا ذرہ برابر عمل دخل نہیں ہوتا۔

جہاد اکبر سراسر خدائی احکامات کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ ہدایت کرنا ہو تو الشفقت علی خلق الله کے مطابق مخلوق خدا کے لیے دعائے خیر کرنا۔ یہ فعلان ہے کار خیر کرنا۔ ذکر ہو تو بھی خدا سے قربت کا ذریعہ ہے، نماز ہو تو بھی محض قصدِ قربت پیش نظر ہے۔ اسی طرح نوافل ہو، سنت ہو جو بھی ہو محض قربتِ خداوندی اس کا مدعا ہوتا ہے۔ اور ان تمام اعمال کا مجموعہ یعنی فعلان کل اس اعتکاف میں موجود ہے۔ یعنی یہ اعتکاف قربتِ خداوندی کی کامل ترین عمل ہے۔

اب اس (اعتکاف) میں اگر نیند آجائے، سستی ہو تو کیا کیا جاتا ہے؟ (شاگردوں سے سوال کرنے کے بعد فرماتے ہیں)۔ سوتے رہیں گے یا کیا کریں

گے۔ اگر کسی نے نیند پر قابو پانے کا اعتکاف کیا ہو تو یہ اُس کی ذمہ داری ہے۔ جس نے اندر کے حدود کو بار بار باندھا تو نیند کا غلبہ کم ہوتا ہے۔ اس میں نیند نکالنے کے طریقے بتائے ہوئے ہیں۔ ان طریقوں کو بھلا دیتے ہیں۔ کیا نیند کو کسی اور پر ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟ (مریدین/معتکفین سے دوبارہ سوال)۔ ہم اپنی نیند کو یا کسی شاگرد کی نیند کو کسی اور پر ڈال سکتے ہیں۔ اس میں یہ قوت موجود ہے۔ ایک ٹریننگ کے بعد یہ قوت حاصل ہوتی ہے۔ سبحان الملک الحیّ الذی لا ینام و لا یموت، سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح یہ اعتکاف میں نیند کو نکال دینے کی اُس کورس کا اسم ہے۔

جب جبرئیل امینؑ رسول خداؐ کے دربار میں تشریف لائے تو تین قسم کے عجیب واقعات رونما ہوئے۔ ایک یہ تھا کہ رسول کریمؐ نے جبرئیل سے پوچھا کہ وہ اپنے آپ کو کتنا بڑا اور کتنا چھوٹا بنا سکتا ہے۔ تو جبرئیلؑ نے فرمایا کہ وہ چھوٹا کرنے کے ضمن میں اپنے آپ کو ایک انڈے کی خول میں سمو سکتا ہے۔ جب جبرئیل عملاً ایسا کرتے ہوئے انڈے کی خول میں داخل ہوئے تو اشارہ الٰہی کے مطابق رسول کریمؐ نے جبرئیل کو ایک لمحے کے لیے اس میں بند کر دیا۔ اس واقعے کا مدعا رسالتِ محمدیؐ کی طاقت کا اظہار تھا۔ تب جبرئیل امینؑ نے پہچان لیا کہ اُس سے زیادہ رسولِ کریمؐ کے پاس ایک اور قسم کی قوت موجود ہے۔ اس بات کا قائل ہونا منشائے ایزدی تھا۔ رسول کریمؐ نے دوسرا سوال یہ پوچھا تھا کہ کیا جبرئیلؑ کو نیند آتی ہے۔ تو جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ ہاں پہلے اسے

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

اونگھ کی کیفیت آتی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس اسم کی آ گاہی عطا کی تو اسے اب نیند نہیں آتی ہے۔ یہ سوالات جو جبرئیلؑ سے کیے گئے اس کا ترجمان رسول کریمؐ ہیں۔ اور یہ سوالات و جوابات اعتکاف والوں کی رہنمائی کے لیے ہیں۔ تو جہاد اکبر والوں کے لیے جو ہمیشہ فعلان یعنی راہ حق میں سخت محنت ومشقت یا ریاضت میں مستغرق رہتے ہیں ان کے لیے یہ تربیت لازمی ہے۔ یہ ٹریننگ جیسا کہ کل ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فلاں تربیت آیا، حضرت یوشعؑ سے فلاں تربیت رائج ہوا، خاتم الانبیاءؑ سے فلاں تربیت اس انداز سے رائج ہوا۔ اعتکاف میں ان تمام تربیت کا نچوڑ شامل ہونے کی بنا پر لفظی اعتبار سے اس اعتکاف کو ہم ''کہف'' کہتے ہیں۔ یہ تمام خصوصیات اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح وِرد کا یہ طریقہ ایجاد کرنے والا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت ہے۔ رسول کریمؐ یہی وِرد، یہی اعتکاف کرنے کے بعد ریاضت کے اس حد کو پہنچے کہ خداتعالیٰ نے فرمایا☆یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفه او نقص منه قلیلاً (المزمل) یعنی پیارے رسول آپ تھوڑی دیر سو جایا کریں۔ یہ فرمان ازدواجی حقوق کی طرف اشارہ ہے، کہ ان حقوق کو بھی پورا فرماتے رہیں۔ رات کا ایک قلیل حصہ یعنی تین گھنٹے کے برابر بھی رسول کریمؐ بالکل نہیں سوئے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جب رسولؐ نہیں سوئے تو ہمیں بھی مکمل شب بیداری کی اجازت ہے۔ باپ کی تاثیر اولاد میں آتی ہے۔ ہم ان کے وارث ہیں۔ وراثت میں یہ خصوصیت منتقل ہوتی ہے۔ اگر باپ سوتے رہتے تو قم الیل الا قلیلا یعنی کم جاگنے کے لیے

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ حالانکہ اس میں بھی امر یعنی حکم ☆قم☆ پر ہے۔ جاگتے رہو، لیکن اتنا بھی نہیں۔ لہٰذا اتباعِ سنت میں دوران اعتکاف بیدار رہنے کے لیے ہم نیند کو کسی پر ڈال سکتے ہیں۔ کسی درخت پر، کسی جانور پر یا کسی اور انسان پر۔ یہ تربیت ابتدا میں ہی دی گئی ہے۔ سکھائی ہوئی ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ سکسا (چھوربٹ) میں اعتکاف کا ہے، جب شیطان نے چلا کر کہا، اگر میں بیدار رہ سکا تو میں سب کو بے حال کر دیتا۔ تو خناس کو بھی خوابیدہ رکھنے کی حکمت اور طاقت اسی اعتکاف (کہف) میں ہے۔ اس کہف میں ایک اور طاقت بھی ہے کہ اگر کسی بندے کو وسوسہ بہت ہو، شیطان اسے چین نہ آنے دے تو جس طرح نیند کو نکالا جا سکتا ہے، اسی طرح شیطان کو بھی بندے سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس کے بھی طریقے ہیں۔ لیکن ہمارے ایک بزرگ نے شیطان کو مات دینے کا ایک اور انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے دور میں دوران اعتکاف جب شیطان نے بہت زیادہ تنگ کیا، اور رنگینیاں بہت زیادہ پیدا کی۔ تو حضرت جنیدؒ نے شیطان کو خود آپ کے بدن میں داخلے کی اجازت دی اور جب داخل ہوا تو اسے اپنے جسم میں قید کر دیا اور قید کرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر کچھ اس انداز سے سجدۂ نیاز بجالایا کہ شیطان کو اتنا تنگ آیا کہ وہ فریاد کرنے لگا، چلا اُٹھا، کوئی گھر نہیں بچا جہاں اس کے چیخ کی آواز نہ سنی گئی۔ اس کے بعد شیطان دعوت دینے پر بھی حضرت جنیدؒ کے پاس آنے کے لیے تیار نہ تھا۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Umi Karachi

ایک اور واقعہ ہمارے بزرگ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کا ہے۔ جب ایک دفعہ فجر کی نماز میں تاخیر ہوئی تو حضرت نجم الدین کبریٰؒ اس قدر روئے سجدے میں کہ ستر بار نمازِ وسطیٰ کی بشارت ملی تب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا۔ اس واقعے کے بعد ایک مرتبہ جب فجر کا وقت قریب تھا، کسی نے دروازہ کھٹکھٹا کر آپ کو جگا دیا، دیکھا تو شیطان ہے۔ آپ نے حیرت سے پوچھا، "تمھارا کام تو نماز کے وقت سبھی کو سُلا دینا ہے، مجھے نماز کے وقت جگانے کیوں آئے ہو"۔ شیطان نے جواب دیا "یا کبریٰ ایک مرتبہ نماز میں تاخیر پر آپ نے ستر بار نماز وسطیٰ (کی بشارت) ملنے تک سجدے سے سر نہیں اٹھایا، میں نے اٹھایا تو ایک بار ملا، میرا کام نیکی کم سے کم کروانا ہے، اس لیے آپ کو جگانے چلا آیا"۔ یوں شیطان کو لاچار کرکے نیکی کے لیے مجبور کرنے والے بزرگوں کے وارث ہم ہیں۔ شیطان کو اپنے جسم میں باندھ کر، قید کرکے زندگی بھر مڑ کر نہ آنے کے لیے مجبور کرنے والے ہمارے مرشدین ہیں۔ ہم انہیں کے وارث ہیں۔

آج اگر شیطان بہت تنگ کرے تو اسے جسم سے نکالنے کے لیے آگے پیچھے دم کرنے کے بعد ارادی اسم کے ذریعے سے شیطان کو باندھ سکتے ہیں، اسے نکال باہر پھینک سکتے ہیں، اسے جسم سے خارج کر سکتے ہیں۔ یہ اختیار اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری قوم کے اندر عطا کیا ہوا ہے۔

ہاں البتہ 'رے' اعتکاف میں کچھ مہارتیں اور قوتیں ہیں جیسے کھلے عام پرواز کر سکنا (کشش ثقل کو تسخیر کرنا)، مردے کو زندہ کر سکنا جیسے امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کر سکتے

NYF Manzoor & Memonabad Umar Karachi

تھے، یہ تمام خصوصیات اس 'رے' اعتکاف میں ہیں۔لیکن ہماری نا اہلی کی وجہ سے ابھی تک یہ ہمیں نصیب نہیں۔ یہ اعتکاف ابھی باقی رہتا ہے جو تا حال ہم نہیں کر پائے۔اس کے علاوہ دیگر تمام اعتکاف اور ریاضات ہمیں حاصل ہیں اور ہم کر سکتے ہیں۔ابھی تک اجازت کے بغیر ہم نے کوئی ریاضت یا اعتکاف شروع نہیں کیا۔ جو کچھ جاری کیا وہ اجازت کے تحت ہی کیا، اسی وجہ سے ہمارے اعتکاف میں جس طرح بھی بیٹھیں دوسروں کی طرح پاگل پنی اور رنگینی ہونے، بکواسات ہونے، شیطان آکر گلا دبانے، جیسے کے واقعات بالکل نہیں۔ایسا کروانا کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ یہ تمام ریاضات سند یافتہ اور اجازت یافتہ ہیں۔شروع شروع میں ہم پرانے شاگردوں کو جب اعتکاف میں بیٹھتے تھے یا بٹھاتے تھے تو شرائط کے علاوہ کسی مخصوص عملیات کا پابند نہیں رکھا۔ان کو کوئی ترتیب نہیں بتایا۔اگر وہ تلاوت کرنا چاہیں تو تلاوت میں مصروف رہیں، ذکر کرنے کا دل کرے تو ذکر کریں، نماز پڑھنے کا دل کرے تو نماز پڑھیں۔جس طرح کی بھی عملیات ممکن ہو کرتے رہیں۔ جب تک یہ تمام ترتیب اور کلیے مکمل طور پر مجھے سمجھا نہیں دیا گیا، ان کو جاری نہیں کیا۔ اس وقت تک ان کو آزاد رکھا، وہ جیسے بھی چاہیں اعتکاف میں بیٹھیں۔ جب یہ تمام کلیات واضح ہو گئے، شاگردوں نے سیکھ لیا تو اب ماہرانہ انداز سے رائج کر رہے ہیں۔ جب ہم نے اعتکاف کے تمام شرائط اور ارکان سیکھ لیے تو اسے رائج کر رہے ہیں۔اُس وقت وہ لوگ (پرانے شاگرد) ویسے ہی اعتکاف میں بیٹھتے رہے۔

اعتکاف کے ان اُمور میں معتکفین کو بیدار رکھنا، چستی پیدا کرنا، حضور قلب کو ممکن بنانا جس کے لیے جسم کی چستی نہایت لازمی ہے، سستی کے ساتھ پڑھنے والی نمازوں کے بارے اللہ فرماتا ہے "فویل للمصلین ۔۔۔"۔تمھارے سست اور ڈھیلے ڈھالے نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔لہٰذا نہایت چستی کے ساتھ پیٹ کس کے نماز پڑھ لیں تو حضور قلب ہوگا۔اور اگر اسے عائد پابندی اور ایک بوجھ سمجھ کر ادا کریں تو اس کاہلی والی نماز کی کوئی وقعت نہیں جس کے بارے میں خود خدا فرماتا ہے کہ ایسے نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی طرح ریاضت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر کام میں چستی کا مظاہرہ کرے، سخت کوشی کو عادت بنائیں۔ایک دنیاوی عہدہ ملنے کے لیے ہم اپنے جسم پر کتنی سختیاں برداشت کرتے ہیں۔مثلاً ایک آدمی ایم اے تک پڑھتا ہے تو کتنی تکالیف برداشت کرتا ہے۔کتنا وقت صرف کرتا ہے، کتنا محنت کرتا ہے۔اس کے باوجود اگر کبھی فیل یا ناکام ہو جائے تو بندہ کتنا روتا ہے۔روحانی مقام اور عہدہ لینے کے لیے کم از کم اس کے تو برابر کر لو۔اتنا تو رولو! ہر چیز کو مقابلے میں لاؤ تو ہم زیادہ محنت کے عادی ہو کر کامیاب ہوں گے۔زیادہ ماہر استاد کے مقابلے میں کمزور شاگردوں پر سختی تھوڑا کم کریں۔اور جو استاد بننے کا اہل ہیں، ان پر خوب سختی کرو۔

ہم نے خود اپنے اوپر خوب سختیاں برداشت کیں اس لیے اللہ کے فضل و کرم سے کسی اور کے کمان میں نہیں رہے۔اپنی چاہت کے مطابق اللہ نے ہمیں اُس منزل پر

پہنچادیا۔ یہ عنایت سختیاں برداشت کرنے اور اپنے موقف میں شدت سے ڈٹ جانے کی وجہ سے نصیب ہوا۔ میرے موقف پر اللہ نے ساتھ دے دیا۔ خدا نے اس موقف کو پسند کیا تھا۔ اس لیے کامیاب ہوا۔ جو بھی آتا میں اپنے موقف سے ہٹتا نہیں تھا۔ جب میں نے سوچا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک اپنا سردار مجھے پسند تھا، اس کے بنا میں کسی سے بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ نہ کسی اور سے موقف لینے کے لیے تیار تھا۔ اگر چہ خوبیاں دیگر بزرگوں میں بھی بہت ہیں، لیکن اس مضبوط موقف کی وجہ سے اللہ کے فضل وکرم سے وہی رسائی، وہی مقام، وہی منزل اور آزادی نصیب ہے۔ اگر اسے آزاد نہ رکھیں، کوئی اسے روکنے کے لیے کہیں اور ایسا تاثر دیں جیسا کہ ہم نے یہ کہیں سے چوری چھپے حاصل کیا ہے، تو ایسی حکمت کی مجھے ضرورت ہی نہیں، میں بولوں گا ہی نہیں۔ واقعی اس کے بعد مکمل آزادی (فری ہوگیا) ملی۔ جیسا بھی کہیں شاگردوں کے لیے اعتکاف کی تراکیب سکھانے کے لیے ہر اعتکاف سے آگاہی ضروری ہے۔ (مندرجہ بالا سردار وغیرہ ارواح مقدسہ کی طرف اشارہ ہے)۔

چونکہ اعتکاف کا ہدف در اصل معاشرے میں ہدایت کی تربیت ہے۔ اس لیے پانچ دس سال تک میں نے شاگردوں کو کھل کر ہدایت کرنے کے لیے اجازت ملنے کی دعا مانگنے کی تلقین کرتا رہا۔ مجھے کھل کر بیان کرنے کی اجازت ملنے کی دعا کا طلبگار رہا تا کہ معلوم ہو کہ علم کیا ہے۔ واقعی سب نے خوب دعائیں کی اور اللہ کے فضل سے مجھے اجازت مل گئی تو اُس دن میں نے کہا کہ سب کے لیے مبارک ہو۔ آج سوالات کے

لیے منہ کھول کر دروازے پر کیوں نہیں آتے؟ آج اعتراف کیوں نہیں کرتے؟ آج چیلنج کیوں نہیں کرتے ہیں؟ میں کھل کر مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اللہ کے فضل سے ہر معاملے میں مذاکرات کرنے کی صلاحیت عطا ہوئی ہے۔ دوسروں کی طرح (حق) بات کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں ہوگی۔

ہاں واقعی میں نے سِرّی کو اپنا لیا۔ ایسا کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔ تاہم سِرّی کی ذمہ داریاں بہت سخت ہیں لیکن انتہائی پُر لطف بھی۔ ہمارے بزرگانِ دین اس قدر ماہر ہیں کہ انہوں نے ان ہستیوں کو جو دین کے رہنما بن کر کل بروز قیامت شفاعت کے لیے کھڑے ہونے کے لائق اور جہادِ اکبر کے امام بننے کے اہل ہیں، ان کے لیے نماز زیارت رکھا ہے۔ جو اس معیار کے حامل نہیں، ان کے لیے نماز زیارت نہیں رکھا۔ اس بات پر ذرا غور کریں تو نہایت اہم نِکات منکشف ہوتے ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین کی ہستیاں خود بخود ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ یعنی محشر کا واقعہ سامنے آتا ہے۔ ☆یاری طلبم ظاهراَو باطناً دیناً و دنیاناً، هؤلاء کمل الاولیاء من الاقطاب الی الافراد☆ اس لیے کسی کا نام نہیں لیا، حسب نسب کا تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ دعا رکھا کہ پروردگار ہم مدد کے طلبگار ہیں، دین کی خاطر، دنیا کی خاطر، باطن سے متعلق، ظاہر سے متعلق، اکمل اولیاء سے افراد تک۔ افراد وہ ولی ہیں جو اس گروہ میں داخل ہو چکے ہیں، خود پاک ہیں، کسی اور کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھنے والا۔ پروردگار ہم ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ہر کس و ناکس نہیں۔ یہ دعوات صوفیہ

میں مکمل انداز میں موجود ہے۔

میں نے سورہ کوثر کی تلاوت کی تھی۔ یہ سورۂ مبارکہ تین آیات پر مشتمل ایک عجیب سورت ہے۔ اس میں بہت سے روحانی خواص موجود ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی تلاوت باطل کو بھاتی ہے۔ باطل کی عروج کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ سورہ کوثر کی خصوصیت ہے۔ سورہ کوثر کی خصوصیت بیان کرنے سے پہلے جس طرح ہمیں عبادات کرنے، وضو غسل کرنے کے لیے علم فرائض سیکھنے کی ضرورت ہے، اسی طرح جہادِ اکبر میں قدم رکھنے کے لیے، اعتکاف کے طرز و طریق، اس کی برکتیں، فضیلتیں اور خصوصیات معلوم ہونا ہمارے لیے ضروری ہیں۔ ہمیں ابتدائی اعتکاف بار بار کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر شروع کی اعتکاف میں سُستی آجائے تو بعد والوں میں بھی سُستی آتی ہے اور کامیابی میں تاخیر ہوتی ہے۔ اگر اس میں چست رہیں تو آگے کے تمام اعتکاف ٹھیک چل سکتے ہیں۔ یہ پہلا نکتہ ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ کہف اعتکاف کی روح، چلیں اسے روح کہیں (شاگردوں سے پوچھتا ہے کہ کہف کی روح کو کہاں سے نازل کرتا ہے؟ پھر جواب دیتے ہیں)۔ کہف اعتکاف کی روح بیت المعمور سے نازل ہوتے ہیں۔ سین اعتکاف کی روح عالم جبروت سے نازل کیا جاتا ہے۔ اس کی ملکہ، اس کا فرشتہ عالم جبروت میں موجود ہوتا ہے۔ اس طرح عظمیٰ اعتکاف کا فرشتہ عرش پر موجود ہوتا ہے۔ کہف کا فرشتہ چوتھے آسمان پر بیت المعمور میں ہوتا ہے۔ یعنی ان مقامات پر ہم اشارہ کرتے ہیں تو وہ نازل

ہوتے ہیں۔ ان کو اگر دیکھ نہ پائیں، تو چراغ کے گرد پتنگوں کی صورت چکر کاٹتے نظر آسکتے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہم بھی گھومتے ہیں، اسے طواف نہ کہیں۔ یہ سستی نکالنے کے لیے دورے ہیں۔ میر سید علی ہمدانیؒ رسالہ ذکریہ میں فرماتے ہیں کہ عرش معلی کے گرد فرشتوں سے ہزار گنا تیز حضرت جنیدؒ طواف فرماتے تھے۔ یہ حقیقی کعبہ ہے۔ دوسرا ظاہری کعبہ ہے۔ اسی لیے حج کی شرائط اور اعتکاف کی شرائط یکساں ہیں۔ اُسے ظاہری اور اِسے باطنی حج قرار دیتے ہیں۔ جو ہم سے کٹ گئے ان کو ہماری کتابوں سے سروکار نہیں۔ اگر پسند نہ آئے تو وہ ہماری کسی کتاب کو ماننے سے انکار بھی کر سکتے ہیں، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ جو قرآن پاک پر اعتراض کرے اس کا مسلمان ہونا مشکوک ہے اور جو اصول اعتقادیہ پر اعتراض کرے اس کا نور بخشی ہونا مشکوک ہے۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

عرش معلیٰ کے گرد طواف کا راوی رسول کریمؐ ہیں۔ جبرئیلؑ نے تین ہزار سال عرش کا طواف کیا اور تیسرے حصے میں گر پڑا۔ فرشتہ فطرس نے عرش کا ایک بار طواف کیا۔ تو تجلیات کی عشق میں جل گیا۔ فطرس سے عشق اور تجلیاتِ نور برداشت نہ ہو کر جل گیا تھا، کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ اسی لیے مٹی آگ کو برداشت نہیں کر سکتی جب تک خود اس میں آگ کی خصوصیات پیدا نہ ہوں۔ بھٹی میں اچھی طرح پکنے سے قبل آگ کی خصوصیات برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے خدا تعالیٰ کنٹرول کے مطابق اپنے انوار، اپنے اطوار اور تجلیات ہم پر نازل کرتا ہے۔ ان کی تیاری، آمادگی اور آزمائش کا نام ہے

اعتکاف ۔ جہادا کبر کے ذریعے ہر ایک فیض (انوار، تجلیات، اطوار) کا اہل بنانے کا منبع اور مرکز اعتکاف ہے۔ اعتکاف کے کن کن ارواح کو حاضر کیا ہے (دوسرا سوال پوچھتا ہے)۔ تین ارواح پہلا کہف، دوسرا اعظمٰی، تیسرا سین۔ سین جب زیادہ گرم ہو جائے، جذب کی کیفیت میں آ جائے تو اس وقت سکون کے لیے ٹھنڈا کرنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ سین کی روح توازن میں لانے کے لیے استعمال ہوگی۔ جب ضرورت پڑے اسے چھوڑ دو، خود اپنے وقت گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ میں اپنا کام مکمل کرے گا۔ آپ نے دم کرتے نہیں رہنا ہے، اپنی عبادات میں مشغول رہنا ہے۔ یہ روح خود اپنا کام کرے گا۔ ہمارا قانون اور طور طریقہ اس طرح واضح ہے۔ کھل کر بیان کرو، جس طرح میں کرتا ہوں۔ پھر ذمہ داری دینے والا خود ذمہ دار ہے۔ ہم نے اپنی ذمہ داری مکمل کر لی۔

آج کے بڑے بڑے علماء اعتکاف کے شرائط تفصیل سے نہیں بتا سکتے جبکہ ہمارا ایک ایک بچہ (شاگرد) ٹھیک طریقے سے بیان کر سکتا ہے۔ اعتکاف کی واجبات کیا ہیں: دوام الوضو واجب، صوم واجب، توبہ واجب، اسی طرح کئی واجبات کے اندر کچھ مزید واجبات ہیں۔ یہ سب ہمارے معتکفین کو معلوم ہیں۔ اگر سختیاں اور مشکلات پیش آئی ہیں تو شروع کے شاگردوں اور معتکفین کو، لیکن اللہ کے فضل سے ان سختیوں کا الگ ہی لطف آتا تھا۔ اُس وقت شاگردوں کو ترتیب یا شرائط کا علم نہیں تھا۔ بس اعتکاف میں بیٹھنے کو کہا بیٹھ گئے، رہنمائی ہوتی رہی۔ بعد میں تفصیلات مل گئے۔ آج اللہ کے فضل سے سب کچھ مل چکا ہے۔ بس اپنے اپنے اُمور میں خود کو استاد ہونا چاہیے۔ اس کہف

اعتکاف کے بعد گاؤں کی سطح پر ذمہ داریاں سونپے جائیں گے۔ پھر اپنے اپنے حدود کا تعین ہوگا اور ان کے اندر سے شیطانی قوتوں خناس کو بھگانا ہوگا۔ خناس سے مقابلہ کرنے اور اسے بھگانے کے لیے قسم قسم کے حربے اور حکمتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ یہاں (اعتکاف میں) صرف تربیت دی جاتی ہے اور اصل میں کام معاشرے کے اندر جا کر کرنا ہے۔ معاشرتی تزکیہ اور معاشرہ سازی ریاضات اور سلوک کی بنیادی اہداف ہیں، جس کیلئے یہ تمام ریاضتیں اور عبادات بجالاتے ہیں۔

اس لیے رب العزت نے یہ مختصر سورت مبارکہ سورۃ الکوثر نازل فرمایا "اے رسولؐ یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ اس کے صلے میں آپ نماز قائم کریں، اور قربانی دیا کریں۔ ایسا کرے تو سوائے ان کے جو راہ خدا میں قربانی دیتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، باقی وہ تمام جو آپ پر طنز کرتے ہیں سبھی ابتر ہیں۔"

پاک پروردگار عالم! تیرے اسمائے حسنیٰ کا واسطہ، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی حرمت کا واسطہ، اولیائے کرام کی شان اور مرتب کے واسطہ، نورِ پنجتنؑ کے شان اور رتبہ کا واسطہ، رب العزت ہم تمام معتکفین کے جو چوبیس گھنٹوں سے لے کر ایک ایک ماہ تک اعتکاف میں بیٹھے ان سب کی عبادات، مناجات اور دعائیں قبول و منظور فرما۔ ان کی اعتکاف کو تیرے عزیز اولوالعزم پیغمبروں کی اعتکاف جیسا قرار فرما۔ رب العزت تیری ذات وصفات کا واسطہ، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی حرمت کا واسطہ، نورِ پنجتنؑ کے شان اور رتبہ کا واسطہ، رب العزت اس اعتکاف کو قبول ومقبول اور

الولعزم پیغمبروں کے اعتکاف کی طرح کامیاب ہونے کی توفیق عطا فرما۔ رب العزت ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی حرمت کا واسطہ، اولیائے کرام کی شان اور مرتب کے واسطہ، نورِ پنجتنؑ کے شان اور رتبہ کا واسطہ، ہمارے چھوٹے سے بڑے تک ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں محض تیرے دین کی سربلندی کے لیے معتکف ہیں، حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے اعتکاف کی طرح کامل اور مکمل فرما۔ رب العزت تو اس کو کامل اور مکمل اعتکاف کا درجہ دے۔ یا اللہ! تیرے قدوسیت کی شان اور رتبہ کا واسطہ، قرآن پاک کی تمام آیات رحمت کا واسطہ رب العزت تو اس اعتکاف کو کامل اور مکمل اعتکاف کا درجہ عطا فرما۔ اسے مقبول اعتکاف اور اولوالعزم پیغمبروں کی اعتکاف کے صف میں شامل فرما۔ اللہ! اور ہمیں مزید مقبول اعتکاف کی توفیق عطا فرما۔

الحمد لله رب العالمين. انه تعالى جواد ملك برّ رؤف الرحيم!

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

ریاضات کی اجرت کا معاملہ

(یہ تقریر بھی 22 اگست 2010 کی ریکارڈنگ ہے جس میں اعتکاف اور ریاضات کے صلے میں بطور اجرت دعا مانگنے کی معاملے پر گفتگو کی ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین ☆رب ھب لی من الصلحین☆ فبشرنہ بغلم حلیم☆ (الصّٰفّٰت ۹۹۔۱۰۱)

پروردگار اپنے کامل ہدایت والی کتاب میں سے میں پہلا موضوع لیا تھا، آداب اعتکاف "ولا تباشروھن و انتم عاکفون فی المساجد☆تلک حدود اللہ فلا تقربوھا ☆کذالک یبین اللہ آیاتہ للنّاس لعلھم یتقون☆ (البقرۃ ۱۸۷)" اس موضوع پر تھوڑی سی وضاحت کردی تھی۔ دوسری تقریر کا عنوان تھا☆و عھدنا الی ابراھیم و اسماعیل ان طھرا بیتی لطائفین، و العاکفین و الرکع السجود☆ (البقرۃ ۱۲۵)

جس کے مطابق یہ بیان کیا گیا کہ خدا کے نزدیک مہمان خصوصی کون ہیں؟ کن مہمانوں کے لیے حضرت ابرہیمؑ اور اسماعیلؑ کو خدا نے اپنے گھر کو پاک وصاف رکھنے کی ہدایت تھی۔ اور یہ حکم کیوں دی گئی اس پر بات ہوئی تھی۔

آج کا موضوع ہے اعتکاف میں اجرت طلب کرنے کے لیے دعا کرنا۔ پروردگار عالم نے ہمیں ہاتھ، پاؤں اعضاء و جوارح صحیح سالم دیا ہے ان بے پناہ نعمتوں پر رب بندوں سے اجرت طلب کرسکتا ہے۔ لیکن یہاں تعجب کی بات یہ ہے کہ بندہ خود خدا سے اجرت طلب کرسکتا ہے۔ آج کی موضوع والی آیت مبارکہ کا مفہوم یہی ہے کہ بندہ بھی خدا سے اجرت طلب کرسکتا ہے اور ایسا کرنے کا اہل بنانے والی عبادت اعتکاف ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی اولاد نہیں تھا تو اس وقت حضرت سارہؓ کے علاوہ حضرت حاجرہؓ سے شادی کی۔ حضرت سارہؓ یمن کے بادشاہ کی صاحبزادی تھی۔ لہٰذا بادشاہ کی مزاج کا پاس رکھتے ہوئے حضرت حاجرہؓ سے شادی کے بعد ان کو یمن میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا تو آپ کو اشارہ ہوا کہ مکے کی طرف تشریف لے جائیں۔ نبوت کی اقتدار ملنے کے بعد ہر قوم سے رشتہ داری پیدا کی۔ تاہم جن سے اولاد ہوئیں ان میں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ تھیں۔ اس سے قبل حضرت سارہ سے کوئی بچہ نہیں ہوا تھا، ان کی عمر 96 سال ہو چکی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے مسجد اقصیٰ کی طرف (اعتکاف کی) نیت کیا تا کہ اولاد صالح پیدا ہو۔ خدا سے اُجرت کی طلب کا یہ واقعہ خاتم الانبیاء صل اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ نے یوں بیان فرمایا۔ کہ اے رسولؐ ابراہیم خلیل اللہ نے اس طرح سے اُجرت طلب کیا ہے، آپ بھی اپنی اُمت سے اس طرح اُجرت طلب کرنے کی نصیحت فرمائیں۔

سورہ صٰفٰت میں یہ واقعہ بیان ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مسجد اقصیٰ

کی طرف اعتکاف کے لیے تشریف لے گئے۔ اور اعتکاف اس نیت سے تھا کہ اللہ
نیک اولاد عطا فرمائیں۔ وقال انی ذاهب الی رب سیهدین. رب هب لی
الصالحین. فبشرناه بغلام حلیم ☆ پروردگار میں تیرے راہ میں نکلتا ہوا
اس میں خیر و برکت عطا فرما، تو ہی اسے خوشگوار بنانے والا ہے۔ اس کی اجرت میں
صالح اولاد عطا فرما۔ جب آپؑ راستے میں تھے تو آپ کو قبولیتِ دعا کی بشارت
ملی۔ تب ہم نے انہیں ایک حلیم عقل مند، ہوشیار نیک اولاد کی بشارت دی۔ یہاں
سے مراد عقل مند، تابعدار اور ہوشیار لڑکا ہے، عقل مند ہوشیار ہی تابعدار ہوتا ہے
تابعدار لڑکا جو اپنے قربانی کا حکم سن کر فرمائے ستجدونی انشاء اللہ
الصابرین۔ انشاءاللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ ایسے صبر
مالک۔ اس کے آگے یہ بشارت اور خبر دیتا ہے انا کذالک نجزی
المحسنین میرے اپنے نیک بندوں کی حوصلہ افزائی میں خود کرتا ہوں۔
حضرت ابراہیمؑ نے اجرت طلب کیا تو رب نے قبول فرمایا۔ حضرت ابراہیمؑ کی قبولیت
دعا کے ساتھ اسی اثنا میں ایک اور واقعہ بھی منسلک ہے۔ جس میں کئی نشانیاں موجود
یہ واقعہ ہے قوم لوط کو الٹنے کا واقعہ۔ جب حضرت لوطؑ کی قوم کو مکمل الٹنے کا حکم آیا
جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل مدینے کی بازار سے انسانوں کی شکل
گزرے۔ مدینہ میں موجودہ ریاض الجنہ، اُس وقت حضرت لوطؑ کا خدا سے عزلت
قربت کا مقام تھا۔ یہ عزلت خانہ تھا جس طرح آج ہم چلہ خانہ کہتے ہیں۔ عزلت

دراصل خدا سے راز و نیاز اور بندگی کا جگہ۔ تو موجودہ ریاض الجنہ عزلت اور عبادت کا جگہ تھا۔

اُس وقت کربلا دراصل "قرب الی اللہ" یعنی "قربِ رب" کا مقام تھا۔ جس طرح آج ہم مسجد کہتے ہیں اُس وقت مسجد کی جگہ 'قربِ رب' یا "قرب الہ" کا نام دیا جاتا تھا۔ کربلا کی سمت کو 'قربِ رب' اور ادھر یمن کی سمت میں مسجد اقصیٰ قائم ہو چکا تھا تو اس سمت کو مسجد کہتے تھے۔ حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ ایک ہی تھا۔ جب حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل آئے۔ کربلا سے آکر نجف پہنچے۔ 'نجف' 'عربی میں جھیل کے سوکھنے کو کہتے ہیں۔ یہ مقام سمندر سوکھنے کے بعد وجود میں آیا، جو بعد انبیاء اور اسد اللہ الغالبؑ جیسی ہستیوں کی آمد سے مقدس اور مکرم بنا، اس کو بلندی ملی۔ اس جگہے کو (یعنی موجودہ کوفہ/ نجف) کو الٹنے کے لیے چاروں ملائک مقرب آئے نوجوان لڑکوں کی صورت میں۔ جب وہ مدینے کی جانب روانہ ہوئے تو قومِ لوط ان جوان لڑکوں کے پیچھے پڑ گئی۔ اور آکر حضرت لوطؑ سے پوچھا کہ چند حسین و جمیل لڑکے آئے تھے آپ کے گھر کی طرف، وہ کہاں ہیں؟ حضرت لوطؑ نے فرمایا میرے گھر کوئی لڑکے نہیں آئے۔ عربی میں اسے 'توریہ' کہتے ہیں یعنی بظاہر جھوٹ لیکن حقیقت میں سچا۔ وہ فرشتے تھے، لڑکے نہیں تھے۔ حضرت لوطؑ کے انکار پر آپ کی بیوی نے اشارہ کیا کہ وہ حسین و جمیل لڑکے حضرت لوطؑ کے مکان عزلت میں جا چکے ہیں۔ زبان سے کچھ بھی نہیں کہا تھا، محض آنکھوں سے اشارہ کیا تھا، حضرت لوطؑ کی زوجہ نے۔ اس پر حکم

خداوندی ہوا، "لوط آپ کی زوجہ کافرہ ہوگئی"۔ انہوں نے اور کوئی غلطی نہیں کی تھی، باطل کیلئے اشارہ کیا تھا۔ لہٰذا قرآنی آیت اور فقۃ الاحوط کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی اور کے گناہ میں کسی بھی طور معاون نہ بنے۔ گناہ میں کسی بھی انداز سے معاونت بھی بہت بڑی گناہ ہے۔ لہٰذا نہ صرف گناہ کے کاموں سے روکنا بلکہ گناہ کی معاونت سے بھی زبان اور قوت سے روکنا لازم ہے۔ اگر ایسا بھی نہ ہو تو کم از کم اسے برا سمجھے اور دوری اختیار کرے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ گناہوں سے صرف بغض رکھنا سب سے کمزور مسلمان کی نشانی ہے۔

جب قوم لوط کے لوگ جبری حضرت لوطؑ کے عبادت (عزلت) خانے میں داخل ہوئے تو چاروں فرشتے پرواز کر کے یمن پہنچ گئے جہاں اُس وقت حضرت ابراہیمؑ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پہلے "و قال انی ذاھب الیٰ رب سیھدین، رب ھب لی من الصالحین، فبشرناہ بغلام حلیم "۔ پروردگار میں تیرے راہ میں نکلتا ہوں، اسے خوشگوار بنانے والا تو ہی ہے۔ اس کے صلے میں، اُجرت میں تو مجھے نیک اولاد سے نواز دے۔ خدا نے بشارت دی کہ آپ کو انتہائی ہوشیار، عقل مند بیٹا عطا کرے گا۔

اس قدر صبر اور تحمل والا جو مثالی ہو۔ جب چار مقرب فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے گھر پہنچے تو حضرت سارہ جس کی عمر 96 سال تھی ان مہمانوں کی بہت خدمت کی۔ وقت تھا عصر اور مغرب کے درمیان جب یہ فرشتے تشریف لائے۔ یہ وقت قبولیت

دعا کا زیادہ موثر وقت ہے، (حضرت ابراہیمؑ کے قبولیت دعا کا وقت) اس لیے ہمارے اعتکاف کے دوران عصر اور مغرب کے درمیان ورد و وضائف اور تلاوت میں زیادہ چستی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔غوث المتاخرینؒ نے بھی سب سے اہم اس وقت کو قرار دیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ کے ہاں ایک بھکاری پہنچا کشکول لیے۔اور کچھ دینے کا سوال کیا۔حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اے سوالی! انشاء اللہ میں کم از کم تیرا کشکول بھر دوں گا۔یہ تھیلا یا کشکول اتنا بڑا ثابت ہوا کہ گھر میں جو کچھ بھی تھا، سب ڈال دیا لیکن یہ بھرنے کا نام نہیں لے رہا۔جب سب کچھ دے دیا اور پھر بھی نہیں بھرا تو حضرت سلیمانؑ نے فقیر سے معافی مانگا۔فرمایا' آپ معاف کریں میں نے اسے بھرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔جو کچھ میرے پاس تھا سب کچھ ڈال دیا ہے لیکن میں اسے نہیں بھرا سکا"۔حضرت جبرئیل امینؑ نازل ہوکر حضرت سلیمانؑ سے کہا یا سلیمان آپ امتحان میں کامیاب ہوگئے۔آپ پاس ہوگئے۔اس کامیابی کی اُجرت اور صلے میں آپ کو جن و انس دونوں کا پیغمبر اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔اس امتحان کا وقت بھی یہی عصر اور مغرب کی درمیان کا وقت تھا۔

حضرت سلیمانؑ اقتدار میں آنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے خدا کو دعوت دی۔اگر چہ خدا جسم اور کسی بھی مادی حوالے سے مبرّیٰ ہے۔تاہم پیغمبر کی چاہت کا پاس رکھتے ہوئے دعوت قبول فرمایا۔دراصل اس حکایت میں پیغمبروں سے امتحان کا

انداز بیان ہوا ہے، وگرنہ خدا کسی شے جیسا نہیں وہ لاشریک لہ ہے۔ خدا واجب الوجود ہے، خدا وحدۃ الوجود ہے۔ وہ لاشریک ہے۔ کسی جیسا نہیں۔ اگر ہم انسانوں کو دیکھیں تو اتنے انسانوں میں سے کوئی سے بھی دو انسان یکساں نہیں۔ ہر فرد منفرد ہے، یکتا ہے، یہی خدا کی یکتائی اور بے مثل (بلتی میں ژوخ میداشی) ہونے کی مفہوم میں وحدانیت کا ثبوت ہے۔ خدا کی یکتائی انسانوں کو دیکھنے سے سمجھ آ سکتا ہے۔ مخلوقات خالق کے یکتائی کی گواہی دیتے ہیں، یہی وحدۃ الشہود ہے۔ منطق، تربیت یکساں ہونے کے باوجود انسان یکساں نہیں ہوتے۔ جب رسول کریمؐ نے یہودیوں کی سوال کا جواب دیا۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اسی بات پر سورۃ الاخلاص نازل ہوا۔ حضور اکرم کی انسانی تنوع کی بنیاد پر خدا کی یکتائی ثابت کرنے پر یہودی راہب لاجواب ہو گئے۔

بہر حال حضرت سلیمانؑ نے دعوت کا اہتمام کیا۔ خدا نے قبول فرمایا۔ اس دعوت کے لیے سمندر کی مچھلیوں تک سے خراج لیا۔ مچھلیاں سمندر سے ہیرے موتیاں لاتے۔ ایک ہیرا اِس کونے میں ایک ہیرا اُس کونے میں غرض چاروں اطراف، اوپر چھت اور زمین پر ہیرے اس طرح ترتیب سے رکھ دیے جاتے کہ ان سے نکلنے والی روشنی ایک دوسرے سے منعکس ہو کر انتہائی خوبصورت رنگ و نور کا مرقع بن جاتی۔ اور پورا ہال جگمگا اٹھتا۔ مچھلیوں کے لیے انعام میں سمندر میں نمک ڈال دیا جو ان مچھلیوں کے لیے مستقل دوائی اور شفا کا ذریعہ بنا۔

حضرت سلیمانؑ نے دعوت کا انتہائی شاندار اہتمام کیا، ہر قسم کے کھانے بنوائے اور خوب سجایا۔ پھر آپ انتظامات کا جائزہ لینے کے لیے تشریف لے گئے تو باورچی خانے میں شکل وصورت کے اعتبار سے ایک عجیب انسان آیا اور کچھ دینے کا سوال کیا۔ ایک جلی ہوئی روٹی اسے دے دیا۔ وہ شخص روٹی لے کر چلا گیا۔ انتظامات مکمل ہونے پر حضرت سلیمانؑ قربِ رب میں گئے اور عرض کیا کہ دعوت تیار ہے تشریف لائیں۔ جنات اور انسان مل کر جس دعوت کا اہتمام کیا تھا اس کی شان کیا ہوگی؟ حضرت سلیمانؑ کی دعوت پر خدا نے فرمایا 'سلیمان میں کب کا آچکا تھا'۔ سلیمانؑ نے عرض کیا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہوا اور آپ تشریف لائے۔ اس پر بارگاہ ایزدی سے وہ روٹی حضرت سلیمانؑ کے سامنے آگئی یہ لو آپ نے جو روٹی مجھے دیا تھا۔ یہ تھا حضرت سلیمانؑ سے امتحان۔ کہ کسی بھی شخص کو اس کی ظاہری شکل وصورت کی بنا پر ہر گز کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔

خدائی امتحان کے انوکھے انداز ہوتے ہیں۔ جب اولیاء کو کسی کام کا حکم دیا جاتا ہے تو ان کے لیے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہوتا۔ ایک بزرگ کو حکم ہوا کہ عطار کو ہدایت دیں۔ حضرت عطار پر امتحان کا واقعہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابراہیم بن ادہم پر امتحان کا واقعہ۔ ابراہیم ادہم یمن کا بادشاہ تھا۔ جب ابراہیم کا بیٹا ہوا تو اتنے میں ایک بزرگ کو حکم ہوا کہ وہ ابراہیم ادہم کا امتحان لے۔ ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک کسبی، دوسرا فطری۔ اس واقعے سے ان اقسام کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابراہیم

ادہم اپنے محل کی تیسرے منزل پر اپنی اہلیہ کے ہمراہ موجود تھا، بیٹا ہونے کی خوشی میں۔ اتنے میں چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ چھت پر جانے کے سارے دروازے بند تھے لیکن کسی کے چلنے کی آواز آرہی تھی۔ چھت پر دیکھنے گیا تو ایک شخص کمر پکڑے نیچے جھک کر کوئی چیز تلاش کر رہا تھا۔ ابراہیم ادہم نے پوچھا کہ وہ وہاں کیوں آیا ہے اور کیا تلاش کر رہا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا میں اپنا اونٹ ڈھونڈنے آیا ہوں۔ اونٹ کی یہ خوبی ہے کہ وہ اٹھائیس دنوں تک بغیر کھائے پیئے چلتے پھرتے رہ سکتا ہے۔ اس میں تزکیہ ہے اور اسی وجہ سے اونٹ کبھی راستہ نہیں بھولتا، صحرا میں کبھی نہیں بھٹکتا۔ عرب کی ریگستانوں میں جب طوفان کی وجہ سے ریت کے ٹیلے کبھی ادھر کبھی اُدھر منتقل ہو جاتے ہیں، راستہ ملنا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ ایسے میں صرف تزکیہ والوں کو راستہ مل جاتا ہے، اور جن کا تزکیہ نہ ہو وہ راستہ بھٹک جاتا ہے۔ غلط عقائد کے ساتھ راہ بھٹکے ہوؤں کی یہی وجوہات ہیں۔ یہاں اونٹ تزکیہ والوں کی تمثیل ہے۔

ابراہیم ادہم اُس شخص کی بات سے حیران ہو کر پوچھا، "کیا اونٹ کوئی سوئی ہے جسے جھک کر ڈھونڈ رہے ہو؟" تو جواب دیا کہ خدا بھی ایسا نہیں کہ تُو تخت پر بیٹھ کر مل جائے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ پرواز کر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ابراہیم ادہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی، عشق کی ایسی حال طاری ہوگئی کہ بادشاہت اور محل چھوڑ کر نکل گیا۔ چلتے چلتے ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ تھک کر کسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا تو جنگل کی بندروں نے درخت پر جمع ہو کر نیچے پیشاب کیا، یوں ابراہیم ادہم کا شاہی لباس، رعب اور دبدبہ سب

کچھ مٹا دیا۔ ابراہیم نے کپڑا بدل دیے، پاک ہوکر، تزکیہ کے لیے سیدھا مسجد الحرام کی طرف چل پڑا۔ سترہ 17 سال مسجد الحرام میں اعتکاف میں بیٹھے۔ اس لیے رسول اللہ نے ابراہیم ادہم کے بارے ایک پیش گوئی فرمایا تھا کہ ابراہیم نامی ایک شخص شیطان کو باندھ دے گا۔ یہ تھا ابراہیم ادہمؒ۔ اٹھارہ سال خدا کے حضور اعتکاف کے بعد اس کا بیٹا والد کی تلاش میں حرم میں پہنچ گیا۔ اٹھارہ سالہ شہزادہ، نہایت خوبصورت۔ بیٹے سے محبت کی کیفیت دیکھ کر ہاتف غیبی کی ندا آئی "ابراہیم بیٹا چاہیے یا دین چاہیے؟" کہتا ہے مجھے دین چاہیے۔ ابراہیم سے کہا بیٹے کا سر گود میں لے لیں، بیٹے کا سر گود میں لیا، تو باپ کی گود میں بیٹے کی قبض روح شروع ہوگئی پاؤں سے، پھر ندا آئی ابراہیم دین چاہیے یا بیٹا چاہیے؟ کہا دین چاہیے۔ قبر تک لے گیا اور پوچھا گیا تو ابراہیم نے کہا مجھے دین چاہیے بیٹا نہیں۔

آج ہمیں ایسی کونسی سخت امتحانات درپیش ہیں؟ کوئی ایسی سختی نہیں۔ لیکن کسی کو رشتہ داروں کی پڑی ہے، کسی کو اقتدار کی۔ اس رنگینی کی وجہ سے ہم کہیں کے نہیں رہے۔ ابراہیم ادہم کی سی دیندار ہو تو رسول کریمؐ بشارت دیتے ہیں۔ اسی لیے اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں "لوگو تم اس دین پر منت نہ کرو جب اس دین کا ہُما کسی کے سر پر اترا تو کوئی اولوالعزم بن گیا، کوئی رسول بن گیا، کوئی نبی بنا، کوئی امام بنا تو کوئی ولی بنا۔ (اسرارِ دین کا) یہ نکتہ باقی رہا، خاتم الانبیاء اس دنیا سے رحلت فرما گئے، یہ نکتہ باقی ہے، میں بھی رحلت کر جاؤں گا یہ نکتہ باقی رہے گا، یہ نکتہ پہلے بقا تھا، اب

بقا ہے اور آئندہ بھی بقا رہے گا"۔ اسی لیے رسول کریمؐ نے اللہ کی نعمتوں، رحمتوں اور فیضانِ کل کا سرچشمہ دینداری کو قرار دیا۔ اس لیے جہادِ اکبر کا کمال یہ ہے کہ اُس بندے میں دینداری کا ایک حصہ کہ لازمی طور پر آتا ہے۔ یہ وہ مقناطیسی لہر ہے جو دیگر تمام خوبیوں کو کشش کرتی ہے۔ اس لیے اسد اللہ الغالب حضرت علی علیہ السلام نے دین کو ہُما قرار دیا جو جس کے سر پر اترے وہ بادشاہ بن گیا۔

اب واپس آتے ہیں چار مقرب فرشتوں کے حضرت ابراہیمؑ کی دربار میں پہنچنے کا واقعہ۔ جب مقرب فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے ہاں پہنچے تو حضرت سارہ نے خوب خدمت کی تو دیکھیں اُدھر حضرت لوطؑ کی زوجہ کا حال اور اِدھر حضرت سارہؑ کا مقام اور ان پر عنایاتِ خداوندی۔ حضرت سارہ 96 سال کی عمر کو پہنچ چکی تھی، کمر میں خم آیا تھا، بال سفید ہو چکے تھے، حضرت جبریل امینؑ نے خدائی بشارت دیا کہ آپ کے یہاں ایک ایسا پیغمبر پیدا ہوگا جو غیب کا علم رکھتا ہو۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا" پروردگار! میں تیری راہ میں نکلا ہوں، اس کا صلہ تو ہی دے دے"۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُجرت طلب فرمایا تھا۔ اسی لیے رسول کریم کو بھی حکم ہوا میرے رسول اپنی اُمت سے کہیں کہ وہ (دعاؤں کی صورت میں) صلہ مانگیں۔ اگر صلہ مانگنے کی عبادت ہے تو یہ اعتکاف ہے۔

بہر حال جب حضرت سارہ نے بیٹے کی بشارت سنی تو فرمانے لگی، اب بڑھاپا آچکا، بال سفید ہو چکے، دانت نکل گئے، بیٹا کیا ہوگا، یہ سوچ کر حضرت سارہ بہت ہنسی۔ قدرت کا عطیہ 97 سال کی عمر میں حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ حضرت اسحاقؑ کی

بلوغت تک بلکہ 50 سال ہونے تک حضرت سارہ زندہ رہی تا کہ اسحاقؑ کی نبوت اور ولایت کا دل نہ دُکھے۔ اسی طرح طویل عمر دینے اور بڑھاپے میں جوانی کی خواص واپس عطا ہونے کی مثال حضرت زلیخا کی ہے۔ حضرت زلیخا بھی 99 سال کی بوڑھی ہو چکی تھی۔ اس عمر میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ ایک بار یوسفؑ کے پروردگار کی عبادت کی جائے۔ بُت پر پردہ ڈال دیا۔ بُت پر پردہ پڑتے ہیں خدا کی طرف سے حضرت یوسفؑ کو حکم ہوا۔ "یوسفؑ میرا ایک چاہنے والا ہے، وہ جو کہے کر لیں"۔ جب یوسفؑ اس طرف گئے تو وہی زلیخا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے مناجات کیا "پروردگار! یہ وہی زلیخا ہے جس نے قسم قسم کی رغبت دے کر مجھے تجھ سے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔" ارشادِ ربانی ہوا، لیکن آج وہ مجھ سے جُڑ گئی ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا "میں یوسف ہوں اور آج خدا نے حکم دیا ہے تو جو مانگے قبول کرلوں۔" یہ سُن کر حضرت زلیخا نے فرمایا اے یوسف آج جب میری آنکھیں ماند ہوگئیں، بال سفید ہو گئے، کمر جھک گئی، عبادت کی سکت نہ رہی تو مجھے اپنے رب کا پہچان ہوا۔ اُس رب کی پرستش کے لیے مجھے اپنی عمر گزشتہ واپس چاہیے۔ بندگی موت کے لیے دوا ہے۔ یہ بندگی انسان کو زندگی عطا کرتی ہے۔

یہ دیکھو آج بواعلا (عبداللہ) تین دن صوم الوصال رکھ کر بھی وقت گزر گیا، ہم پیٹ بھر کر کھاتے رہے پھر بھی وقت گزر گیا۔ اس (اعتکاف) میں جس قدر سخت کوشی اختیار کرو اتنا ہی چستی آئے گا۔ جب دو زانو بیٹھو تو پاؤں آگے رکھو تا کہ جسم کا بوجھ پاؤں

پر نہ آئے بلکہ رانوں پر آئے، یوں پاؤں کے بھاری ہونے اور سوجنے کی شکایت نہیں ہوگی۔ یہ ادب کا طریقہ بھی ہے اور سہولت بھی۔ چستی اور غیرت اس ریاضت کی خواص ہیں۔ کہ سمجھنا چاہیے کہ ہم ایک ایسے دشمن خناس کے مقابلے میں آئے ہیں، اس مقابلے میں ذرا سی سستی بھی دشمن کو اپنے اوپر حاوی کرانے کا مترادف ہے۔ جتنی سخت کوشی اختیار کروگے اتنا ہی مزا آئے گا۔ ڈھیلا جتنا ہوتے جاؤ مزید ڈھیلا ہوتا جائے گا۔

حضرت زلیخا کو بندگی کا نام لینے کی بنا پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوبارہ ایسی زندگی، جوانی اور صحت عطا کی کہ ایک سو پچاس سال یا ایک سو ننانوے سال زندہ رہی۔ حضرت یوسف ڈھائی سو سال زندہ رہے۔ 199 سال زندہ رہی، جب عشق خداوندی میں ڈوب گئی تو نئی زندگی ملی۔ حضرت زلیخا نے کہا" دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ آپ کی محبت اور غم میں میری یہ حالت ہوگئی، عمر گزر گئی تو مجھے آپ کے عقد میں لانا ہوگا"۔ ان مطالبات پر یوسفؑ نے زلیخا کو اپنے عقد میں لیا، جوانی لوٹ آئی۔ لیکن جس یوسف کے لیے جوانی مانگی تھی عشق خداوندی میں آنے کے بعد خود اس یوسف کو بھول گئی۔ نوبت یہ آگئی کہ حضرت یوسفؑ مائل ہوئے لیکن زلیخا کی توجہ حاصل نہ کر سکے اس وقت خدا نے جبرئیلؑ نازل فرمایا اور یوسف کو مشورہ دیا کہ آپ کنکریاں لے کر اس پر سورۃ یوسف کی آیت کو پڑھ کر دم کر کے زلیخا کی طرف اشارہ کریں۔ واقعی ایسا کرنے کے بعد حضرت زلیخا نے اس طرف توجہ دی۔ بندگی کے ذریعے شکل وصورت بدل دی ہے، زندگیاں بدل گئی ہیں، آج اگر ہم جہالت سے نکل کر خلافتِ خداوندی کی طرف لوٹ آئیں تو کیا

زندگی، کیا شکل وشمائل، کیا خوبصورتی، ہر شے مل سکتی ہے۔ ہمارے پاس نہ طلب ہے نہ شکر کرنے کا سلیقہ نہیں ورنہ بندگی سے ہر شے مل سکتی ہے۔

حضرت سارہؑ کے واقعے میں جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو ان کے بارے میں خداتعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ آپ کو غیب دان پیغمبر عطا فرمائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے پیغمبر بھی گزرے ہیں جن کو غیب کا علم عطا نہیں ہوا، ان کو جبرئیل امین کے ذریعے خبر دی جاتی تھی۔ اور کچھ پیغمبر ایسے تھے جو خود غیب جاننے والے تھے۔ اس آیت مبارکہ کے مطابق کچھ پیغمبروں کے علم غیب کا حامل ہونے کی ثبوت ملتی ہے۔ ادھر حضرت ابراہیمؑ نے اُجرت طلب کی، اور حضور اکرمؐ سے کہا گیا آپ بھی اُجرت طلب کریں۔ اور اپنی اُمت کو تلقین کریں کہ وہ بھی اُجرت طلب کریں۔ اس سنت کی پیروی میں سید علی ہمدانیؒ کی مثال دی جا سکتی ہے۔ سید علی ہمدانیؒ نے 313 اعتکاف مکمل کیے۔ 313 رسل پر اعتکاف رکھے۔ اس کے بعد اُجرت میں کیا طلب فرماتے ہیں، دعا کرتے ہیں "پروردگار اگر تُو نے اُجرت عطا کرنا ہے تو مجھے دنیا اور آخرت میں اور کچھ نہیں چاہیے، تمام انسانوں کو مسلمان بنا دے"۔

جب امیر تیمور کے ساتھ مخالفتوں کی پاداش میں سید علی ہمدانیؒ سات سو 700 مریدین اور اولیاء کے ہمراہ ہجرت کے لیے نکل رہے تھے تو اُس وقت مریدوں کو تھوڑا آگے پہنچا کر آپ واپس اپنی خانقاہ میں وداع کے لیے تشریف لائے۔ اور مسجد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے خانہ خدا اگر مجھ سے عبادات میں کوتاہی ہوئی ہو تو مجھے معاف

کریں۔اس کے بعد مسجد کی چوکھٹ کے ساتھ چہرہ لگا کر فریاد اور دعا شروع کی۔جب اُس طرف سے تختی آیا تو دل سے ایسی مناجات نکلی کہ تاریخ میں فروغِ دین کا ایک انقلاب آیا۔رسول کریمؐ سے فرمایا تھا☆و اما السّائل فلا تنهر ☆۔سید علی ہمدانی "رسول کریمؐ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں" آپؐ نے غارِ حرا سے لے کر مسجد الحرام، مسجد الخیف، مسجد مشعر الحرام سبھی میں ایسی ہی مناجات کی ہیں۔آج ہمیں بھی ایسی ہی مناجاتیں کرنے کے لیے یاد رکھیں۔"اللھم اھدی قومی" کی اُن فریادوں کا واسطہ آج ہمیں نہ بھلا دینا"۔اسی انداز سے سید علی ہمدانیؒ نے مناجاتوں، اور دعاؤں کا ایسا دلسوز انداز اپنایا۔جب سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلی، تب تمام اعتکاف نے ایک ساتھ کام کرنا شروع کیا۔ان کے فیوض حاصل ہونے لگے۔یہاں تک چالیس جسم بنا کر دکھا سکے۔اگر چہ ہماری کتابوں میں تین مکمل ثابت ہیں۔باقی اشارات میں ملتے ہیں۔چار قرآن میں ملتا ہے۔غوث المتاخرینؒ نے چار روح القدس کے علاوہ تین بیان فرمایا ہے۔آپؒ نے چالیس جسم بن کر کفار تک سے تاریخ میں لکھوا دیا۔یہ واقعہ چہل اسرار کی صورت میں محفوظ ہے۔

یونہی اعتکاف کرنے سے مقصد تک نہیں پہنچے گا۔ہمارے دل کی گہرائیوں سے مناجات نکلنے کی ضرورت ہے۔جس دن ہماری آہ و فغان دل کی گہرائیوں سے نکلیں گے اُس دن یہ تمام اعتکاف کام کرنا شروع کریں گے۔ہمیں اس مقصد کے لیے تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ہم یہ تمام اعتکاف بجالاتے جائیں گے، ضرورت کے موقع پر

جب اسلام اور کفر، اسلام اور منافق کا مقابلہ ہوتو رب ان (اعتکاف) کا نتیجہ دکھائے گا۔ پھر حکمتیں عجیب وغریب انداز میں ظاہر ہوں گے۔ پھر دیکھ لیں گے کہ وہ کئی جسم بنا کر ظاہر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ روحانی طاقت ہے یا نہیں۔ معتکف کو یہ تمام حکمتیں حسب ضرورت حاصل ہوں گے۔ لیکن شرط اول کیا ہے، خضوع وخشوع، اخلاص چاہیے عمل میں، محض عمل کافی نہیں۔ یہ امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے عملی طور پر کر کے دکھایا ہے۔ یہ واقعات رونما ہونے کے بعد اس کے فوائد ملنا شروع ہوئے۔ چالیس گھروں میں اپنے ایک دو شاگردوں کے ہمراہ ایک ہی وقت میں افطاری کر کے، دعائیہ اشعار لکھ کر ثبوت چھوڑ آئے۔ ہر کسی نے دعویٰ کیا کہ حضرت امیر ان کے ہاں دعوت پر تشریف لائے اور بطور ثبوت وہ اشعار دکھائے جو آپؒ نے لکھا تھا۔ ہر گھر میں الگ اشعار، ان چالیس منظوم دعائیہ اشعار کا مجموعہ ''چہل اسرار'' کے نام مشہور ہیں۔ یہ کرامت تاریخ میں لکھوایا۔ لیکن ایسا کیسے ممکن ہے، دل کی گہرائیوں سے مناجات نکلنے کے بعد ہی ممکن ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے مسجد اقصیٰ میں اعتکاف کے لیے تشریف لے جاتے وقت فرمایا انی ذاھب الیٰ رب سیھدین. رب ھب لی من الصالحین ☆ پروردگار! میں تیری راہ میں نکلتا ہوں۔ اسے خواشگوار اور بابرکت بنانے والا تو ہے۔ اس کے صلے میں مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ فبشرناہ بغلام حلیم ☆ تب انہیں ایک تابعدار عقل مند بیٹے کی بشارت دی گئی۔

ایک مسئلہ جو ان دنوں ہمارے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے اس پر تھوڑی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ معاملہ ہے ولایت اضافیہ اور ولی حقیقی کی اصطلاحات۔ یہ ہماری اصطلاح نہیں یہ دوسروں کی اصطلاح ہے۔ ہاں امام حقیقی اور امام اضافی ہماری اصطلاحات ہیں۔ ہمارے جمعہ و جماعت کے لیے نامزد ائمہ تمام امام اضافی ہیں۔ امام اضافی پر بھی اعتقاد واجب ہے کیونکہ ہمارے تمام جمعہ و جماعت انہیں کے پیچھے ہوتا ہے۔ جو صاحب محراب و منبر ہوتا ہے وہ منبرِ رسولؐ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس قائم مقام کے ذریعے جماعت کی چار رکعت اجر میں دو سو رکعت کے برابر ہوسکتا ہے۔ اس سے بھی برتر ممکن ہے۔ اس لیے ☆ کل اناس باامامھم ☆ ہر فرد کو ان کے امام کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ اسی سردار کے ساتھ حشر میں اٹھایا جائے گا۔ اسی لیے امام ضعیف کو جو دینی امور میں دوسروں کا محتاج ہو لیکن امام بن بیٹھے ملعون کہا گیا ہے۔

"و یجب ان تعتقد ان الامامة علیٰ نوعین "واجب ہے امامت کی دو قسموں پر ایمان رکھنا، حقیقی اور اضافی۔ اضافی وہ ہے جسے ہم نامزد کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقی امام وہ ہے جسے خدا اور اس کا رسولؐ نامزد کرتا ہے۔ باب وکالت میں اس کی تفصیل ہے۔ اور اقسام ولایت کے حوالے سے دو قسمیں ہیں کسبی اور فطری۔ فطری ازل سے آتا ہے یعنی وہ پیدائشی ولی ہوتا ہے۔ اس کی تربیت کے لیے رب خود مخصوص سازگار حالات اور ماحول پیدا فرماتا ہے اور اس کی تربیت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ اس لیے حضرت خضرؑ نے ایک لڑکے کو مار دیا پھر قدرت نے اس کے بدلے اسی بندے کے

یہاں ایک اور لڑکا ولی پیدا فرمایا۔☆ وتخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی ☆(ال عمران 27)،زندوں کو مردوں سے نکالنا اور مردوں کو زندوں کے یہاں جنم دینا اسی بات کی مصداق ہے۔آج اگر ہمارے اولاد نیک ہوں تو وہ زندہ ہیں، نیک نہ ہوں تو مردہ ہیں۔اس کی تفسیر حضرت خضرؑ نے عملی طور پر دکھایا ہے۔ یہ ہے ولی فطری اور کسبی کی مثال۔اسی طرح ولی سری اور جہری بھی ہماری اصلاح ہے۔ غوث المتاخرینؒ ولی فطری ہیں۔اسد اللہ الغالب حضرت علیؑ تا امام مہدی آخرزمانؑ تک ولی فطری ہیں۔ولی فطری کی ایک مثال حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ایک واقعہ ہے۔آپؑ چار سال عمر کے تھے۔ایک دن بہلول پہنچا۔بچے کھیل رہے تھے،اس نے دیکھا امام موسی کاظمؑ رو رہے تھے۔بہلول نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری امی آگ جلانے کے لیے پہلے خشک لکڑیوں کو ڈالتی ہیں پھر گیلی لکڑیوں کو۔خشک لکڑیاں گیلی لکڑیوں کو جلانے میں مدد دیتی ہے۔دوزخ کی آگ جلانے کے لیے پہلے میں اور تم کام آسکتے ہیں۔باقیوں کی باری بعد میں آئے گی،تم ابھی پاگل بن کر پھرتے رہو۔اُس دن سے بہلول نے ہدایت کرنا شروع کیا۔چھ سالہ عمر میں آپ کا ایک اور واقعہ مشہور ہے۔آپ کا ایک معتقد آدمی تھا۔بادشاہ وقت کو معلوم ہوا کہ وہ اہلبیتؑ اور امام کا ماننے والا ہے۔طے یہ کیا کہ اسے بھی کسی بہانے قتل کیا جائے۔ چنانچہ ایک عجیب شرط پیش کیا۔

چونکہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد اسماعیل سے اسماعیلی نکلے،امام ابوحنیفہ

سے حنفی نکلے، امام شافعی سے شافعی نکلے، امام مالک سے مالکی، امام احمد بن حنبل سے حنبلی نکلے امام زید سے اخباری شیعہ نکلے، محمد اور ابوبصیر سے اصولی شیعہ نکلے۔ اب صوفیوں کا امام، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔ آپؑ کے سچے پیروکاروں کو دیکھیں تو بادشاہ کی پورے دربار میں صرف ایک وزیر یا شخص ہے۔ امام علیہ السلام کو شہید کرنے کے منصوبے بنائے تو یہ طے ہوا کہ پہلے آپ کے ماننے والے وزیر کو قتل کیا جائے، تاکہ کوئی بااثر ماننے والا ہی نہ رہے۔ لیکن ایسے ہی تو اسے قتل نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ ایک عجیب شرط پیش کیا اسے چالیس کلو والا ایک بکرا دیا اور کہا کہ سال بعد اس کو دوبارہ تولیں گے اگر اس کا وزن چالیس کلو سے ذرا بھی کم یا زیادہ ہوا تو تجھے مار دیا جائے گا۔ رب نے ولی فطری کو ظاہر فرمانا تھا اس واقعے کے ذریعے۔ آپؑ کے عقیدت مند شخص کو بکرا تھما دیا اس شرط پر کہ سال کے بعد اس کی وزن میں ایک چھٹانک بھی کم یا زیادہ ہوا تو اسے مار دیا جائے گا، ایسا ہونا ممکن نہیں تھا، یوں وہ معتقد پریشانی کے عالم میں امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس پہنچا۔ اُس وقت آپؑ کا عمر چھ سال تھا۔ اس بندے کی پریشانی دیکھ کر امام نے وجہ پوچھا تو معتقد نے سارا ماجرا سنایا۔ امامؑ نے فرمایا ایسا ہونا ممکن ہے۔ کوئی چیز ناممکن نہیں۔ امامؑ کا امر، جب ولی فطری کا امر ہوتا ہے تو ناممکن ممکن ہو جاتا ہے۔ آپ نے کہیں سے ایک بھیڑیا لا کر اسے دیا اور فرمایا کہ بکرے کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لیکن روزانہ ایک مرتبہ بھیڑیا دکھاؤ۔ کھانے پینے سے اس کا وزن کم نہیں ہوگا لیکن بھیڑیے کی خوف سے اس کے وزن میں اضافہ نہیں ہوگا۔ امام کے عقیدت مند نے حسب حکم ایسا ہی کیا۔

سال بعد جب اس کی پیشی ہوئی اور بکرے کو تولا گیا تو اس کی وزن میں ذرہ برابر فرق نہیں نکلا۔ بادشاہ اور لوگ حیران ہوئے اور پوچھا ایسا کیسے ممکن ہوا۔ وزیر نے جواب دیا کہ آپ کو اس سے کیا غرض، آپ کو تو وزن سے واسطہ ہونا چاہیے۔ اصرار پر وزیر نے کہا کہ مجھے اپنے امامؒ نے یہ ہدایت دی اور میں نے اس پر عمل کیا۔ یعنی ولی فطری کی علم کا معیار یہ ہے۔ اس کی خصوصیات یوں ہیں۔

ولی فطری غوث المتاخرینؒ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن ختم کیا، سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ رسول کریمؐ نے آپ کی آمد کی پیش گوئی فرمائی اور فقہ لکھنے کی ذمہ داری آپ پر چھوڑ دی۔ حدیث میں فرمایا" میرا دین وہ شخص زندہ کرے گا جس کا نام میرا نام ہوگا۔ جس کی کی کنیت میری کنیت ہوگی"۔ یہ بشارت غوث المتاخرینؒ کے لیے ہے، یہ ہے ولی فطری۔ اسی طرح ولی کسبی کی مثال حضرت معروف کرخیؒ ہیں۔ معروف کرخی خاندانی طور پر ابتدا میں عیسائی تھے۔ پھر اسلام قبول کرنے کے بعد اس حد تک روحانی ترقی ملی کہ ہمارے سلسلے کے مرشد بنے۔ والدین غیر مسلم ہونے کے باوجود، ایمان لانے کے بعد توبہ بیعت کر کے اس مقام تک پہنچ گئے۔ یہ ولی کسبی ہے۔ جب معروف کرخیؒ وفات پانے کے قریب تھے تو ہر کسی نے آپ کو اپنے عقیدے کے مطابق ثابت کرنا چاہا۔ آپؒ نے فرمایا، جو چاہے سب کوشش کرلیں لیکن میرا لاش صرف وہی اٹھا پائیں گے جو میرے عقیدے کے مطابق ہوں گے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد واقعی سب دعوے دار آپ کی نعش کو اپنے علاقے میں لے جانا چاہتے تھے، کوئی بھی

نہیں اٹھا سکا۔ آخر جب راہِ حق والے آئے تو پرواز کرنے کی مانند اُٹھ گیا۔ یوں بعد از وفات بھی حق دین کی گواہی دیتے گئے۔ حقائق بیان کرنے کے لیے سب کو جمع کیا، پھر سب سے سامنے حق کی نشاندہی بھی کر دی۔ یہ ہے ولایت کبریٰ۔ حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ کا خاندان آتش پرست تھے۔ لیکن آپ سید علی ہمدانیؒ کے خلیفہ بنے، سید محمد نور بخشؒ کے مرشد اور غیبی اشارے کے مطابق مرید بنے۔

میرا موضوع اُجرت طلب کرنے سے متعلق تھا۔ اگر کچھ اُجرت مانگنا ہے تو اللہ سے اس پاک مسلک کی ترقی کے لیے طلب کریں۔ طلب کرنے میں کوئی قید نہیں۔ نہایت شدومد سے طلب کریں۔ ارشاد ربانی ہے :و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب ط اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبو لی ولیئومنوا بی لعلھم یرشدون (البقرہ۱۸۶)

دعا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اقسام علم اور علم لدنی

(علم اور اقسام علم کے موضوع پر کئی خطابات دستیاب ہیں۔ اس موضوع پر ابتدائی خطاب ایک جلسے کی تقریر ہے۔ اس موضوع پر دوسرا خطاب کسی گھر میں علم کی اقسام پر پوچھے گئے سوالات کا جواب معلوم ہوتا ہے۔ یہ خطاب شروع سے ریکارڈ نہیں ہوا ہے اس کا ابتدائی حصہ تشنہ تکمیل ہے۔ ہم نے اس موضوع پر دونوں خطابات کی بنیادی نکات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تقریر والا خطاب آدھ گھنٹے کا ہے اس کا ابتدائی حصہ دستیاب ہوا جبکہ آخری حصہ نہیں مل سکا جبکہ گھر میں سوالات کی جوابات والا خطاب کا دستیاب حصہ 40 منٹ 25 سیکنڈ کا ہے اس کا ابتدائی حصہ ریکارڈ نہیں ہوا تھا بیچ سے ریکارڈنگ ہوا ہے۔ ریکارڈنگ تاریخ 19 دسمبر 2012 ہے۔ تسلسل کی خاطر تقریر اور سوالات کی جوابات والے خطابات کو جمع کیا ہے۔)

الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ رب العلمین و العاقبة للمتقین والصلواۃ و السلام علی رسولہ محمد و آلہ المعصومنین و اصحابہ اجمعین☆ ونشھد ان لا الہ الا اللہ و نشھد ان محمد عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً☆ اما بعد یا ایھا الذین آمنو صلوا علیہ و سلّموا تسلیماً☆ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد (تین بار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم☆ فوجد عبدا من عبادنا اتیناہ رحمة من عندنا و علمناہ من لدنا علماً☆ (الکہف65) آمنت باللہ صدق اللہ المولانا العلی العظیم☆

برادران ملت! خدائے بزرگ و برتر کا حمد اور محمدؐ و آل محمدؐ پر ہزاروں درود پیش کرنے کے بعد۔ میں نے سراپاہدایت قرآن پاک سے علم کا موضوع لیا ہے۔ اس محفل کے صدر محترم جناب مفتی اعظم علامہ علی محمد ہادی، علمائے کرام اور جوانو، بہنو بھائیو اور دین کے کارکنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے قرآن پاک سے علم کا موضوع لیا ہے۔ اس موضوع پر یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ آیا علوم کے لیے شرائط درکار ہیں یا بغیر شرائط کے بھی علوم ممکن ہیں اور ہر چیز ہو جاتی ہیں؟۔ رب العزت نے اس قرآن پاک کے بارے میں فرمایا۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون ☆ یہ بڑی شان والی واضح قرآن ہے، یہ سیاہی اور کاغذ نہیں بلکہ لوح محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔ لَا یَمَسّٰہ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن ☆ پاکیزگی کے بغیر اس کو چھونا نہیں، تنزیل من الرَّبِّ العٰلمین ☆ آپؐ فرما دیجیے اسے رب العلمین نے نازل فرمایا۔

تلاوت کردہ آیت مبارکہ کی نزول کا پس منظر حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ہے۔ نزول کی چار صورتیں ہیں: اقتضاء النص، عبارت النص، اشارہ النص، دلالۃ النص۔ ان میں سے اقتضاء النص کا موقع محل یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی حیات میں ہی جب

لوگوں میں تھوڑا بہت اختلافات شروع ہو گئے تو آپؐ فکر مند ہوئے کہ آپؐ کے بعد اختلافات کیا صورت اختیار کریں گے۔اس تفکر پر یہ آیت نازل ہوئی اوراس کے شرائط سورۃ التوبہ میں بیان فرمایا۔ اے رسولؐ آپ کی اُمت میں سے جو ان شرائط پر پورا اترے ان کو یہ رحمت اور علم کی نعمت عطا کی جائے گی۔ان کی شرائط کیا ہیں؟

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون باالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود الله و بشر المؤمنین (توبہ 112)

وہ توبہ کرنے والا ہو، عبادت گزار ہو، خدا کی حمد وثنا یعنی ذکر میں مصروف رہنے ولا ہو، سیاح ہو یعنی نہ صرف ذکر کرنے والا ہو بلکہ ذکر کے مقامات پر گھومنے والا بھی ہو، رکوع کرنے والا یعنی "والرکعو مع الراکعین" کے مطابق جمعہ جماعت قائم کرنے والا ہو۔ سجدہ کرنے والا ہو مسلسل شکر بجالانے والا، نیکی کا حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا۔ حدودِ الٰہی کا محافظ ہو۔ (یہ تمام شرائط موجود ہوں تو) خدا مؤمنین کو بشارت دیتا ہے۔ بشارت کس چیز کی ہے؟ کہ اسے خدا اپنی طرف سے علم و حکمت عطا کرتا ہے۔علم کی چار اقسام ہیں، غیبی علوم میں سے جو علم الوہی وسیلے سے ملے اسے کہتے ہیں 'علم لدنی'، جو علم ارواح مقدسہ انبیاء یا اولیاء سے حاصل ہوا سے کہتے ہیں 'علم موہوبی'، جب اسلام پر استقامت حاصل ہو جائے تو رب فرماتا ہے "تنزل الملائکہ" تو عملی طور پر فرشتے نازل ہوتے اور ان فرشتوں سے جو علوم حاصل ہوتے

ہیں اس علم کو کہتے ہیں 'علمِ ملکی' خاصیتِ ملکی اور اخلاق ملکی اس علم کے نتائج ہیں۔ ایک طریقہ کسی انسان کے پاس سے حصول علم کا ہے۔ اس قسم کی علم کو 'علم کسبی' کہتے ہیں۔

چونکہ سامعین نوجوانوں پر مشتمل ہیں اس لیے میں نے اس سال زیادہ تر موضوع علم پر ہی رکھا ہے۔ ان چار علوم میں ادیان اور ابدان، صوری اور معنوی یعنی کہ چار چار اقسام تو علم کے کل سولہ اقسام بنتے ہیں۔ ان میں سے دو علوم ایک کا نام ہے 'فراست صوری'، دوسرے کا نام ہے 'فراست معنوی'۔ فراست صوری کے بارے میں سرور کائناتؐ فرماتے ہیں کہ تم چین جا کر بھی علم حاصل کرو۔ چین میں کوئی دین نہیں، کوئی اسلام یا اسلامی اور دینی علوم نہیں۔ چین میں کوئی عالم ربانی یا اس طرح کے روحانی علوم کا کوئی منبع تو نہیں۔ یہ علم صوری یا ظاہری علم ہے جو حاصل ہونے کے بعد کسبی علوم کا ماہر بن سکتا ہے۔ فلسفہ والے کہتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اس علم کے لیے مشقت چاہیے مشقت۔ علم صوری کے لیے مشقت اور سخت کوشش درکار ہے۔ عبدالقدیر خان (ڈاکٹر) کوئی عالم ربانی یا ولی تو نہیں ہے لیکن ایک فراست والا آدمی لازمی ہے۔ اس علم کی حصول کے لیے ہماری قوم کو چاہیے کہ اس طعنے کو یاد رکھیں کہ ہمیں خالصہ سرکار کہا جاتا تھا۔ جس کا جی چاہے اپنے نام الاٹ کروا دیتا یا انتقال کروا دیتا۔ جیسے حکومت کی بقا کے لیے ایٹمی طاقت درکار ہے اسی طرح ہمیں بھی

اپنی بقا کے لیے ظاہری علم کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر بقا مشکل ہے۔ آج اللہ کے فضل سے ہمارے علماء بول سکتے ہیں کیونکہ وہ اچھے تعلیم یافتہ ہیں اچھے سکیل پر فائز ہیں۔ کوئی وفاق المدارس ہیں، کوئی تنظیم المدارس کا فارغ التحصیل ہے کوئی فاضل ہے۔ اس لیے ہمیں کسی اور پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم ان علماء کو چاہیے کہ اوامر و نواہی میں وہ "عامل صمدانی" یعنی بے باک عالم باعمل ہو۔ صمد یعنی بے نیازی کی صفت موجود ہو۔ یہ بے نیازی جب تک دنیاداری میں معیشت ٹھیک نہ ہو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اخلاقی جرات کے ساتھ کھل کر تبلیغ نہیں کر سکتے۔ اگر معاشی خود کفالت نہ تو ہمیشہ مصلحتوں کا شکار رہے گا۔ اگر ایسا کہوں گا تو وہ مجھے فلاں چیز روکے گا، فلاں چیز نہیں دے گا، فلاں خفا ہو گا وغیرہ وغیرہ اس طرح کی تصورات جب دل میں آتا ہے تو بے نیازی ختم ہوتی ہے۔ باب امر و نواہی میں ہے "عامل صمدانی" خدائی صفتِ صمدیت کا حامل ہو یعنی بے نیازی اور استغنا کی کامل صفات کا حامل ہو۔ اس لیے یہ ظاہری علم یا فراست صوری کے ذریعے بقول اقبالؒ اپنی خودی کو اس قدر بلند کرو، اس حد تک بے نیاز بن جاؤ کہ "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟"۔

اتنی مشقت کرو، اتنا تکلیف برداشت کرو کہ خدا خود تم سے پوچھ لے کہ تُو کیا طلب کرتا ہے؟ آج نوجوانوں سے میں اس لیے مخاطب ہوں کہ حصول علم میں آپ کی ناکامی یا سستی سے پہلے تو صرف آپ کے والدین شرمندہ ہوتے تھے، آج پوری قوم ہم سب شرمندہ ہوتے ہیں لہٰذا خدا کے لیے ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ علم میں کوشش کرو، پڑھو

آگے اور بڑھو۔ معنوی کے ساتھ ساتھ صوری بھی۔ یعنی علوم ظاہر اور باطن دونوں کی حصول میں کوشاں رہو۔

جہاں تک معنوی علوم کا تعلق ہے تو اس میں ارشاد ہوتا ہے ☆ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین ☆ (الحجر 99) خوب بندگی کرو یہاں تک کہ یقین کی نعمت حاصل ہو جائے۔ یہ بھی مشقت ہے، ریاضت ہے۔ اس حد تک ریاضت کرو کہ یقین کی منزل تک پہنچ جائے، لقائے الٰہی کی منزل تک، اُس یقین کی کیفیت تک جہاں "ابدانهم فی الدنیا و قلوبهم فی الاخرة" کا مصداق بن جائے یعنی بظاہر تم دنیا والوں کے ساتھ ہو جبکہ تمھارا دل و دماغ آخرت میں ہو۔ "و باالاشباه فرشیون و باالارواح عرشیون "، وہ بظاہر روئے زمین پر موجود ہوتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ عرش کے مکین ہیں۔ ''لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملک مقرب و لانبی مرسل '' اولیاء پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ نہ نبی مرسل اور نہ ہی کوئی فرشتہ ولی مرشد کے بیچ میں آسکتا ہے، وہ براہ راست خدا سے رابطے میں ہوتا ہے۔

پہلے وہ محبان تھا اب بنا وہ محبوبان۔ پہلے تھا ☆ فالذکرونی ☆ (میرا ذکر کرو) اب بنا اذکـرکم ☆ (میں ان کو یاد کرتا ہوں)۔ پہلے بندے نے خدا کو یاد کیا تھا۔ اب خدا فرماتا ہے کہ خود خدا اس بندے کو یاد فرماتا ہے، اس سٹیج پر پہنچتا ہے۔ اس سٹیج پر پہنچنے کے لیے بھی کیا چاہیے مشقت چاہیے، پیہم کوشش، یہ قرآنی شرائط ہیں، فقہ الاحوط کی شرائط ہیں۔

حضور اکرمؐ اپنے احادیث کی صحت کا شرط رکھا فرمایا اگر میرا حدیث قرآن کے مطابق آیا تو ٹھیک ورنہ 'فــانتھــوا'، چھوڑ دو۔علی علیہ السلام نے فرمایا اگر میرا حکم قرآن کے مطابق آیا تو ٹھیک ورنہ دیوار پر دے مارو۔ اگر علیؑ سے منسوب کوئی کلام قرآن سے مطابقت نہ رکھے اور اسے دیوار پر دے نہ مارے تو کیا ہے وہ علیؑ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اگر کوئی حدیث قرآن سے مطابقت نہ رکھے تو اس کا چھوڑنا لازم، اگر نہ چھوڑا تو رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ ہمارا محور قرآن ہے، معیار قرآن ہے۔اور قرآنی تعلیمات کے مطابق فقہ الاحوط، اصول اعتقادیہ اور دعوات صوفیہ ہیں۔ یہ ہمارے محور۔ اگر اس سے ہٹ جائے تو وہ مرکز سے ہٹ جائے گا، پھر سرگردان ہی رہے گا۔ ہر ایک اس مرکز اور محور کے گرد گھومے تو کامیابی ہے جس کا اولین محور و مرکز قرآن ہے۔ آخری عمر میں جب لوگ جمع ہوکر اسد اللہ الغالب حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کا وصی کون ہے؟ تو علیؑ نے فرمایا کہ میں کسی کو وصی نامزد نہیں کروں گا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو ہر ایک بغیر شرائط کے بھی اپنا وصی نامزد کرتا جائے گا۔ اور یوں اسلام کا کھلواڑ بنائے گا۔ یہ اسد اللہ الغالبؑ کا فرمان ہے۔ جب اصحاب نے کہا کہ اگر ہم حضرت امام حسن علیہ السلام کو نامزد کر دیں تو آپؑ نے فریا تو بہت بہتر ہے وہ تمام شرائط کا حامل ہے۔ یوں کسی کا نام لینے کی بجائے شرائط پر زور دیا بیان فرما دیا۔

آج ہمارے ہاں زوال کیوں ہے؟ کیونکہ ہم نے شرائط اور میرٹ کی بجائے اقربا پروری کو ترجیح دیا۔ اگر ہم اپنی تاریخ دیکھیں تو شاہ سید علیہ الرحمہ نے برہان الدین

ہمدانیؒ کو خلیفہ بنایا اور انہوں نے حضرت شاہ قاسم فیض بخشؒ کو کامل شرائط کی بنا پر قائم کیا۔ سلسلۃ الذہب میں شرائط کے بنا کسی نے بھی وصی، خلیفہ یا قائم مقام نامزد نہیں کیا۔ یہ سلسلہ ماضی قریب میں شروع ہوا۔ زوال کی دوسری وجہ فقہ الاحوط کے تین ابواب کو یکسر نظر انداز کر دینا ہے۔ یہ ابواب ہیں: باب الاعتکاف، باب الجہاد، باب وکالت۔ ان ابواب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عالم ملک سے عالم ملکوت، عالم ملکوت سے عالم جبروت اور جبروت سے عالم لاہوت تک بالترتیب منوب اپنے نائب کو لے جائے اور اُس منزل تک پہنچائے، تو اس مرکزی امتحان کی طریقہ کار کو کہتے ہیں 'اعتکاف'۔ جب تک ہم ان تین منازل یا ان تین ابواب کو زندہ نہیں کریں گے تب تک یہ دعویٰ کہ زمانہ نبوت جاری کرے گا، زمانہ علوی زندہ کرے گا یا زمانہ غوث المتاخرین زندہ کرے گا محض دعویٰ ہی رہے گا، ایسا ممکن نہیں جب تک ان تین ابواب کو اس کی روح کے مطابق زندہ نہیں کریں گے۔

جب مولا علیؑ نے خدشہ ظاہر کیا تو تاریخ نے ثابت کر دیا۔ (کہ شرائط کا خیال رکھے بغیر خلیفہ نامزد کرنے کے کیا نتائج نکلتے ہیں) ''رشید ابن رشید'' نامی کتاب میں خلفائے راشدینؓ کے بعد میرٹ اور شرائط کو پائمال کرتے ہوئے امیر معاویہ اور معاویہ کے بعد یزید کو خلیفہ قرار دیا، بغیر شرائط کے۔ اس کتاب میں امام حسینؑ کو باغی قرار دیا، جبکہ یزید کو شہزادہ، خلیفہ سب کچھ قرار دیا۔ یزید جو فرعون اور نمرود سے بھی ناپاک ہے، شرائط کے بغیر تخت حکومت کا وارث قرار دیا۔ اس کتاب کی جواب میں صائم چستی نے

''شہید ابن شہید'' کے نام سے کتاب لکھی جس میں امام حسینؑ کو خدائی خلافت کا وارث، رسولؐ کا وارث، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا وارث ہونے، علیؑ کا وارث ہونے، فرمان رسولؐ کے مطابق "الحسین منی و انا من الحسین" حسینؑ کے ولی ہونے، امام ہونے اور وارث انبیاء ہونے کے بارے میں واضح دلائل دئے۔ اگر چہ میں عموماً کتابوں کا نام نہیں لیتا لیکن یہاں ضرورت کے مطابق نام لیا کہ رشید ابن رشید کے جواب میں لکھا شہید ابن شہید۔

ہر عہدے کے اپنے شرائط ہوتے ہیں۔ مفتی بننے کے اپنے شرائط ہیں، ولی بننے کے اپنے شرائط ہیں۔ فقہ میں 53 ابواب میں ہر معاملے کے اپنے اپنے شرائط ہیں۔ بغیر شرائط کے کوئی چھٹکارا نہیں۔ یہ میں مثال دے رہا تھا اسد اللہ الغالبؑ کے پیغام کا۔ جب اصحاب نے کہا کہ آپ کے بعد اگر ہم امام حسن علیہ السلام کو قائم کریں تو آپؑ نے فرمایا ،اس معاملے میں تم خدا اور رسولؐ سے پوچھلو، قرآن سے پوچھلو، فرمان رسولؐ سے پوچھلو۔ اگر ان کے شرائط کے مطابق آتا ہو تو ان کو ضرور قائم کرو ورنہ بے شک حسنؑ کو بھی نہ کریں۔ اس لیے قرآنی حکم ہے کہ اگر ☆فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و رسولہ ☆ (النساء59) اگر تمہارے آپس میں تنازع کھڑا ہو جائے تو اپنے معاملے کو خدا اور رسول کی طرف پھیر دو۔ دیکھو اپنا بیٹا ہوتے ہوئے، کامل شرائط ہوتے ہوئے، خدا اور رسول سے رجوع کا حکم دیا۔ اس قدر شرائط پر عمل پیرا، میرٹ پسند اسد اللہ الغالب علیہ السلام کے محبت کے دعویدار، علیؑ کے نام لیوا، معیاری شرائط کی

بجائے ثانوی اُمور کو ترجیح کیوں دیتے ہیں۔علیؑ کیا تھا؟ علیؑ کو یعسوب الدین کہا جاتا ہے۔دین کا یعسوب۔عربی میں یعسوب شہد کی ملکہ مکھی کو کہتے ہیں۔اس کا کمال کیا ہے؟ وہ تین میل کے اندر گندی جگہوں پر بیٹھنے والے مکھیوں کو سونگھ لیتی ہے، پہچان لیتی ہے اور اپنی فوج بھیج کر آلودہ مکھی کو وہیں مار دیتا ہے، چھتے کے قریب پھڑ کنے نہیں دیتی۔علیؑ یعسوب الدین یعنی دین میں خالص اور ناخالص کو پہچاننے والا اور پاک دین میں کسی بھی قسم کی ناپاکی کو دور کرنے والا۔علیؑ کون ہے امام المتقین، جس کی ولایت کے ساتھ خدانے دین کو مکمل فرمایا۔اس دین پر راضی ہونے کی بشارت دی۔اسی لیے ہمارے بزرگان دین بھی اوراد میں فرماتے ہیں "رضینا بالله تعالیٰ رباً و بالاسلام دیناً، و بمحمد نبیاً رسولاً وبالقرآن کتاباً" ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر جس نے ہمیں کامل مکمل دین اسلام عطا کیا اس دین پر، اور محمدؐ کے نبی اور رسول ہونے پر اور اس قرآن کے کامل مکمل کتاب ہونے پر راضی ہوئے۔آج اگر ایسے فاسدانہ اور کافرانہ عقائد۔لے آئیں کہ کامل قرآن تو آخر زمان لے کر آئے گا، علیؑ کے بعد ہمارا کامل دین تو فاسد ہو چکا ہے، تو ایسے عقائد کے خلاف علمائے کرام فتویٰ نہ دیں تو کیا کریں۔آج بھی ایسے عقائد سے برائت کریں اور روحانی دھارے میں شامل ہو کر رہنمائی کریں تو ہماری طرف سے وہ عالم ربانی یا سیاحان عالم معرفت کہلانے کے حقدار ٹھہر سکتے ہیں۔

سیاحان عالم معرفت کسے کہتے ہیں؟ رات کے ایک بجے سیاح گروہ آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔وہ دو انوار اور دو اسماء ساتھ لے آتے ہیں۔وہ دو انوار ہیں

☆قد جائکم من الله نور و کتاب مبین ☆تحقیق میں نے اتاردی ایک نوراور کتاب مبین۔ایک نور نورِ محمدیؐ سے ہےاور ایک نور قرآن سے ہے۔دواسماء لے کے آتے ہیں ایک کاتعلق واجب الوجود سے ہے،دوسرے کاتعلق نورِ محمدیؐ سے ہے۔اس کی نشانی کےطور پر وہ ایک بادِنسیم لے آتے ہیں۔☆والمرسلت عرفا ☆قسم ہے اس نرم نرم چلتی ہوئی ہواؤں کی۔اس ہوا کے ساتھ جو بیدار ہوئے اس کا شمار زندوں میں ہے،اور جوسوئے پڑار ہے تو اس کا شمار مردوں میں ہے۔ان دواسماءاوران دوانوار کا اُن سیاح فرشتوں سے حاصل کرنے والے کو کہتے ہیں سیاحان عالمِ معرفت۔

اس کے بعد ولایت کی تین درجات آتے ہیں: قطب التکوین، قطب اور غوث۔جب ولایت میں عشق کی انتہائی منازل تک پہنچتا ہےتو ایک کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ اُس کا عشق ٹھنڈا ہوتا ہی نہیں لگا تار محویت کے عالم میں رہتا ہے اسے 'قطب التکوین' یا قطب ابدال کہاجاتا ہے۔ہمارے عام اصطلاح میں اسے مجذوب کہتے ہیں۔اس کا ڈیوٹی بلاؤں پر ہوتا ہے۔اس کے بعد 'قطب السلوک' ہے۔قطب السلوک وہ ہے جوعشق کی انتہائی کیفیت میں مدہوش نہیں ہوتے بلکہ "یا منتھا کل شکویٰ" کے مصداق خدا سے شکوہ شکایت کرنے لگتا ہے۔قطب السلوک کی ذمہ داری تبلیغ اسلام ہے۔پھر ہے غوث وہ ذکر خدا میں مستغرق ہوکر مدہوشی کی بجائے حالت مراقبہ میں چلا جاتا ہے۔سر نیچے کر کے دنیاوی خیالات میں نہیں بلکہ شانِ خداوندی کو مشاہداتی کیفیت میں جی بھر کر دیکھنے کا نام ہے مراقبہ۔اس حال کے حامل ولی کو کہتے ہیں غوث۔غوث حق

و باطل میں امتیاز کرانے کی اٹل ڈیوٹی پر مامور ہوتا ہے۔غوث تین ہوتے ہیں،غوث، غوث اعظم،غوث المتاخرین۔غوث المتاخرین واحد وہی شان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

اس کے بعد فقہ کی رو سے ولایت کی شرائط کیا ہیں؟ اطوار سبع قلبیہ ، انوار متنوعۃ الغیبیہ ۔سات انوار کا نزول،سات حجابات کا اٹھنا۔ پھر وہ نور بین بن جائے،نور دان ہو جائے اور جب یہ انوار اس کی ذات میں منتقل ہو جائے تو اسے نور بخش کہا جاتا ہے۔نور بخش کسی والد نے اپنے بیٹے کا نام نہیں رکھا، بلکہ یہ نام غیبی نام ہے بقول لاہجی اسیریؒ

آمدہ از غیب نامش نور بخشؒ
بود چوں خورشید ذاتش نور بخشؒ

ان الشمس یطلع من قرن الشیطان. یہ دین کا آفتاب عالم تاب ہے۔ جب یہ سورج نجم الدین کبریٰؒ کے پاس پہنچا،نجم الدین کبریٰؒ کے شاگرد احمدؒ اور احمدؒ کا شاگرد شمس تبریزؒ کے ہاں پہنچا تو وہ شمس اُس سورج کو کہتا ہے،اب اتر جاؤ اور سورج اُس شمسِ دین کے حکم پر اتر جاتا ہے۔یہ طاقت کہاں سے لاتے ہیں۔شرائط کے مطابق اس اعتکاف سے حاصل ہوتے ہیں۔اس منظر سے لائے گا۔

اطوار سبع قلبیہ انوار متنوعۃ الغیبیہ ۔شروع شروع میں سفید نور کا ظاہر ہونا جو غفاریت کی خصوصیات کا حامل ہے۔سرور کائنات کی ارشاد کے مطابق وہ جو خود بخشش کا حامل ہو اور دوسروں کو بخشش کرنے کی صلاحیت پیدا ہونا۔دوسرے نمبر پر سبز نور کا ظہور

ہے۔جس میں قدوسیت کی خصوصیات ہیں یعنی خود پاک ہونا اور دوسروں کو پاکیزہ بنانے کی صلاحیت کا حامل ہونا۔ اس کے بعد سرخ نور کا نازل ہونا جو قہاریت کی خصوصیات کا مظہر ہے۔ خود میں قوت یزدانی پیدا ہونا اور دوسروں میں یہ قوت پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا ہونا اس نور کے فیوض ہیں۔ اس کے بعد نیلے رنگ کا نور آتا ہے تو وہ جبروت سے تعلق وابستہ کر دیتا ہے۔ عالم ملک کے بعد اب یہ بھی جبروت میں پہنچ چکا ہوتا ہے۔ حضور اکرمؐ کے فرمان کو اقبالؒ نے اپنے شعر میں یوں بیان کیا ہے:

غفاری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ان انوار کی ورود کے بعد اب وہ ایک مکمل مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد اب نور کی مزید تفصیل میں نہیں جائیں گے۔ بلکہ علوم کے ذرائع اور منابع پر بات کریں گے۔ یہ منابع ہیں۔ مکاشفات: مکاشفات کشف کی جمع ہے بمعنی کھل جانا، واضح ہونا۔ شروع شروع میں کشف القلوب۔ اس اعتکاف کے چلانے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دلوں کی کیفیات کو جانتا ہو۔ ذکرِ قلبی کی توفیق نصیب ہو تصفیہ قلب کرنے کا اہل ہو۔ ابھی تزکیہ نفس باقی ہے، پہلے تصفیہ قلب کرنا۔ تصفیہ قلب (دلوں کی پاکیزگی ساتھ) ذکرِ قلبی کی توفیق پیدا کرنا۔ یعنی کشف القلوب دلوں کا حال نظر آنا اور اس کے مطابق ہدایات جاری کرنا یا ٹوکنا۔ کبھی نوافل کی تلقین کرنا، کبھی ذکر کی تلقین کرنا یعنی حال کے مطابق انہیں مختلف عبادات میں مشغول رکھنا۔ کشف القلوب کی صلاحیت کے حامل استاد کو کہتے

ہیں پیر طریقت۔ اور ایسے اساتذہ کی استاد کو جوان کو مامور کرنے کا اہل ہو، اسے کہتے ہیں پیرانِ پیر یعنی استاد الاساتیذ۔ جب تک طریقت کی یہ ابتدائی منزل طے نہ ہو، وہ عالمان شریعت کے درجے پر تو ہو سکتا ہے لیکن پیران طریقت کے درجے کو نہیں پہنچ پائیں گے کوئی بھی دعویٰ کرے تو غلط ہے۔

پھر پیرانِ طریقت، مرشدانِ حقیقت اور سیاحان عالم معرفت کے مقامات آتے ہیں۔ مرشد کسے کہتے ہیں؟ ہماری ایک گردشی روح ہوتی ہے جو دورانِ گردش جب شیطان سے ملتا ہے، تو وہ کچھ نہ کچھ رنگینی کرتا ہے۔ فاسدہ خیالات آنے لگتے ہیں۔ بکواسات سوچنے لگتے ہیں۔ ایسے میں اُس روح کو شیطان سے کاٹ کر خدا کی طرف لوٹانے والے کو کہتے ہیں مرشد۔ یعنی بھٹکے ہوئے آوارہ روح کو راہِ راست پر لے آنے والا، ایک جملے میں اصل مرشد یہ ہے۔

فقہ الاحوط نے فرمایا مکاشفات، مکاشفات کیا ہیں فالھمھا فجورھا و تقویٰ ھا☆قد افلح من ذکٰھا☆ اس نفس کو خیر و شر کا الہام کیا گیا ہے، اور فلاح پانے والے وہی ہیں جو تزکیے کی راہ پر گامزن ہیں۔ تصفیہ قلب صرف اسلام میں نہیں تمام ادیان عالم میں ہیں، سوائے دہریہ کے۔ دہریہ ہرگز نہیں بنتا۔ دہریہ کے علاوہ کوئی بھی مذہب تصفیہ باطن کے خلاف نہیں، یہ عالمِ انسانیت کی تعلیم ہے۔ البتہ طور طریقے الگ ہیں۔ حضرت آدمؑ سے تا خاتم الانبیاءؐ اور رسول اللہؐ سے تا غوث المتاخرینؒ سبھی نے اعتکاف کیا ہے۔ اعتکاف نہ کرنے کا حکم کسی نے بھی نہیں دیا۔ کسی انسان کی مخالفت

میں اپنے اقدار سے مخالفت نہ مول لو۔۔۔(نامکمل ریکارڈنگ)

علوم کے اقسام میں سے کسی علوم کی شاخوں اوراہمیت کے بارے میں قرآن پاک میں متعدداشارے موجود ہیں۔ان تمام علوم میں سے عمومی سطح پر ہم سب علم فرائض کے مکلف ہیں۔

دیگر سائنسی علوم کے حوالے سے قرآن مجید میں واضح آیات موجود ہیں ☆ولہ الجوار منشئات فی البحر کالاعلام ☆۔پانی کا طوفان اور ہوا کی طوفان میں (سمندری جہازوں کے) پہاڑوں کی طرح چلنے کی طاقت دی اللہ نے یہ علوم بحری اور سائنسی علوم ہیں۔

اکثر انبیاءعبرانی زبان بولنے والے تھے۔عربی زبان والے پانچ پیغمبر ہیں۔ حکمت والے پیغمبر اپنے اپنے شعبہ ہائے علم میں مجدد تھے۔جیسے حضرت لقمانؑ علم بیالوجی یعنی حیاتیات اور نباتات کے مجدد تھے۔ایسے بڑے بڑے حکمت والے پیغمبر تشریف لائے جو اپنے اپنے علوم کے مجدد تھے۔حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ فضائی علوم (ایروسپیس سائنس) کے ماہر تھے۔اکثر علوم عبرانی میں ہیں۔جس طرح عربی میں "یا حیی یا قیوم "پڑھتے ہیں،عبرانی میں "احیاً شر اھیا"پڑھتے ہیں۔پیغمبروں سے حاصل شدہ عبرانی علوم بعد میں انگریزی میں ترجمہ ہوئے،لیکن بدقسمتی سے ہمارے لوگوں نے انگریزی پڑھنے کو حرام قرار دیا۔ مغرب والوں نے ان تمام علوم کا ترجمہ کر کے ان سے استفادہ حاصل کیا اور آگے نکل

گئے ۔معیاری علم اگر حاصل ہو جائے تو اقوام عالم کی انکھوں میں انکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں۔تصوف میں حصول علم کا مدعا تو یہ ہے کہ 'میری جان لوگوں کے لیے رحمت ہونا چاہیے، میرا جسم لوگوں کے لیے رحمت ہونا چاہیے، میرا کردار لوگوں کے لیے رحمت ہونا چاہیے، میرا ہر لفظ لوگوں کے لیے رحمت ہونا چاہیے۔لیکن افسوس موجودہ حالات میں اس طرح سے حصول علم کے لیے اس طرح سوچنے کا مادہ ان میں ختم ہو گیا ہے۔آپس میں ایک ضد ڈال دیا ہے۔ جب تعصب کی عینک آنکھوں پہ لگ جائے تو ہر چیز کی رنگ بدل جاتی ہے۔ ہر شے کالا نظر آتا ہے۔اس طرح کی تعصّبات سے اسلام کو برباد کر کے چھوڑا ہے۔ جو اسلامی بھائی چارے سے جڑے رہیں، ان کے لیے اللہ پاک نے ایسے ایسے علوم عطا کیے ہیں جس سے عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہیں۔مثلاً علم تعمیرات میں اہرام مصر کو دیکھیں۔ کس انداز سے تعمیر ہوا، پتھر ایسے جڑے ہوئے ہیں کہ بم سے بھی ان پر اثر نہیں پڑتا۔ کس کیمیکل سے اسے بنایا ہوگا؟ علم کو چھوڑنے کی وجہ سے یہ چیزیں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکیں۔علم کو چھوڑنے کی وجہ سے یہ بربادیاں آن پڑی ہیں۔کوئی آدمی اگر کفار کے مقابلے میں بم باندھ کر جائے تو یہ ایک عظیم چیز تھا۔لیکن افسوس آج مسلمانوں کی اجتماعات میں بم پھوڑنے والے جاہل بے وقوف لوگوں کی ایک گروہ نکلی ہے۔ انہیں آمادہ کرنے والے، اُکسانے والا عالم، خود کش دھماکوں کے لیے تعاون کرنے والے کیا مسلمان ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہمارے پاکستان میں تو آئے دن دہشت گردی کے واقعات ہو رہے ہیں۔عجیب انداز ہے۔

اسلام میں جہاد الاصغر کے جو الفاظ آئے ہیں جیسا کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، قرآن میں ہے، ہماری کتابوں میں ہیں وہ تو اسلام اور کفر کے مابین جنگ کی صورت میں ہے۔ یہ سب علم کی کمی اور جہالت کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان تو مسلمان، کوئی غیر مسلم پڑوسی ہو تو اس کی مال و متاع، جائداد، عزت و آبرو اور بال بچوں کو امانت سمجھنا چاہیے اور ان کی حفاظت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یہ رسول اللہؐ کا فرمان ہے۔

جو لوگ اسلامی حکومت کو تسلیم کرلیں جیسے جزیہ دینے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اسلام کے مدمقابل نہ ہو تو ان تمام غیر مسلموں کے حقوق بھی مسلمان شہریوں کی طرح ہیں۔ ہمارے ہاں پڑوسی کے دو حقوق ہیں۔ اگر ہمارا پڑوسی بھوکا ہو اور ہم پیٹ بھر کر کھائیں تو یہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ کافر پڑوسی کی مال و متاع اور ناموس کی حفاظت مسلمان پر واجب ہے۔ جزیہ جس طرح اسلام میں زکوٰۃ ہے اسی طرح ہے یہ رسول اللہؐ کے زمانے میں رائج ہوا۔ بعد میں یمن، مصر، عراق، شام اور فارس (کی غیر مسلموں) نے جزیہ دینا قبول کیا۔ ایک غزوہ میں حاتم طائی کی بیٹی اسیر ہوگئی تھی، وہ جب آپؐ کے پاس پہنچی تو آپؐ نے اپنی عبا اتار کر اسے بچھا دیا۔ یہ ہے اخلاقِ نبوی۔ آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ یہ سب علم کی کمی ہے۔

اب علم کی اقسام ہیں صوری اور معنوی، ادیان اور ابدان۔ ایک اجسام کا علم ہے "من عرف نفسه فقد عرف ربه"۔ جب انسان اپنے آپ کو اپنے وجود کو جان

لیتا ہے تو وہ خدا کو جان لیتا ہے۔ مثلاً ابھی ہم لوگوں نے کھایا، یہ ہضم ہوا، بدن نے اسے چوس لیا۔ اس کے بعد وٹامن جمع کر کے جگر کو دیتے ہیں۔ جگر پر پتا ہے جس میں ایک کڑوا مائع ہے، یہ وٹامن اور شوگر کی تاثیر کو متوازن کر دیتا ہے۔ اس کے بعد گردوں کے بیچ ایک عمل ہوتا ہے۔ اگر یہ خراب ہو تو شوگر کا مرض لاحق ہوسکتا ہے۔ سرخ خون لا کر ہڈیوں میں بنتا ہے۔ پھر گردہ انرجی یعنی توانائی کو جسم میں سپلائی کرتا ہے اور فضلے کو نکال دیتا ہے۔ اس نظام کو ہی جان لیں تو خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا قائل ہوگا، شکرگزار بندہ بنے گا۔

(تشنہ تکمیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

خیر البشر

(شگر سے آئے ہوئے ایک نوجوان کا مسلک نوربخشیہ اختیار کرنے کے موقع پر اس کے کچھ سوالات کا جواب دیتے ہوئے اور نوربخشی عقیدہ ولایت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا)

دیگر مسالک میں "علی ولی اللہ" کو جزو آذان نہیں سمجھا جاتا، ایسا سمجھیں تو نماز باطل ہے جبکہ ہمارے ہاں "علی ولی اللہ" پر اعتقاد واجب ہے، اور یہ عقیدہ نہ رکھے تو نماز باطل ہے۔ آیت مباہلہ میں "و انفسنا و انفسکم" ہم اپنی جانیں لے کر آئیں گے، تم اپنی جانیں لے آؤ، فرما کر سرورِ کونینؐ نے علیؑ کو نفسِ نبی قرار دیا۔ اسی طرح نوربخشی عقیدے کے مطابق حدیث غدیر کی روشنی میں "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" کے مطابق جتنا رسول کو مولا سمجھتے ہیں اتنا علیؑ کو مولا سمجھنا شرط ہے۔ یہ فرمان رسولؐ ہے اور یہ فرمان خداوندی یعنی قرآنی آیت ہے۔ یوں خدا اور رسولؐ کی حکم کے مطابق ولایت علیؑ پر ایمان رکھنا ہمارے لیے واجب ہے۔ اسی لیے جس طرح اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں، اسی طرح اشھد ان علی ولی اللہ بھی ساتھ پڑھتے ہیں آذان میں۔ نیز آذان میں "محمد و علی خیر البشر"، نوربخشی عقیدے کا آئینہ دار ہے۔ بشر کے پانچ اقسام ہیں۔ ہم "بین الصلب و الترائب"،

یعنی باپ کے کمر اور ماں کی صلب سے ہیں یوں مائی بشر ہیں۔حضرت عیسیٰ "فنفخت فیہ من روحی "فرما کر روحی بشر ہے۔حضرت آدم علیہ السلام خاکی بشر ہیں۔نور پنجتن "قد جائکم من اللہ نورُ و کتاب مُبین " (ہم نے اتارا ایک نور اور واضح کتاب) کے مصداق نوری بشر ہیں۔اور محمدؐ علیؑ کیا ہیں،ان تمام اقسام میں بھی خیر البشر ہیں۔ جنات ناری بشر ہیں۔لہٰذا خواہ ناری بشر ہو، مائی بشر ہو، روحی بشر ہو، خاکی بشر ہو یا نوری بشر محمدؐ اور علیؑ سب سے افضل ہیں۔یعنی محمدؐ اور علیؑ خیرالبشر ہیں۔ یہ نوربخشی عقیدہ ہے۔لوگ جو بھی کہیں۔ یہ ہمارا نظریہ ہے۔بشر وہ ہے جسے کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان اوصاف کے ساتھ انسانی تقاضوں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، وہ بشر ہیں۔لیکن اہلبیتؑ نوری بشر ہیں۔

اب آپ جب مصمم ارادے سے آئے ہیں تو ہمارے ہاں اہلبیت اور قرآن دونوں پر اعتقاد بالکل برابر رکھنا واجب ہے۔واجب کا امر کہاں سے ملتا ہے؟ قرآن پر اس صورت میں کہ جب رسول کریمؐ ہے،تو قرآن بھی کریم ہے۔ایسا نہیں کہ آج کرم کرے کل نہ کرے،کل کرے پرسوں نہ کرے۔ ایسا نہیں۔ یوم القیامت تک کرم ہی کرم کرنے والا قرآن،اور کرم ہی کرم کرنے والا رسول۔بس دل کی گہرائیوں سے ان پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔(ایک اور سوال کی جواب میں فرمایا)

امام مہدی آخر زمانؑ واقعی تشریف لائیں گے۔ وہ خود قرآن ناطق ہے۔

نوربخشی عقیدہ کے مطابق وہ کسی اور قرآن کو لے کر نہیں آئیں گے۔ ہمارا بھانجا حافظ قرآن ہے، وہ بغیر کتاب کے پورا قرآن تلاوت کر سکتا ہے۔ قرآن اس کے دل میں (حفظ) ہے۔ جب ایک حافظ کو کتابی شکل میں قرآن کی ضرورت نہیں تو امام مہدی آخر زمانؑ، جو خود قرآن ناطق یعنی بات کرنے والا قرآن ہے، اسے کسی اور قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئے گی۔ اگر آخر زمان کو علیحدہ قرآن کی ضرورت پڑے تو آپ حافظ قرآن بھی نہیں ہوں گے، قرآن ناطق ہونا تو دور کی بات۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ آخر زمان علیہ السلام تا علی علیہ السلام قرآن ناطق ہیں۔ بات کرنے والا قرآن ہیں، یہ قرآن صامت ہے۔ کسی اور نئے قرآن کی ضرورت یا نئے قرآن لے کر آنے کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ باطل عقیدہ ہے۔ یہی قرآن ہے، یہی مکمل ہے۔ یہی ذات نے اتارا ہوا ہے۔ اسی پر "لاریب" کا مہر لگا ہوا ہے۔ یہی کامل مکمل قرآن ہے۔ اگر اسے ناقص قرار دیں تو ہماری نماز، ہمارا روزہ، ہمارا حج ہر چیز ناقص ہی ناقص اور باطل ہی باطل ہوگا۔

تو اس میں بنیادی چیز کیا ہے اسلام میں، کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے کے بعد، اس میں ایک رکن ہے۔ رکن کیا ہے؟ قرآن فرماتا ہے "لیس البر ان تولو وجوھکم قبل المشرق و المغرب و لکن البر من آمن باالله و الیوم الاخر ۔۔۔" (البقرہ ۱۷۷)۔ یہ نیکی نہیں کہ تم مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔ ہزار سال تم مغرب کی طرف سجدہ کرو یا مشرق کی طرف، کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک اٰمنت باللہ سے والیوم الاخر تک ایمان نہیں لاتا۔ یہ صریح آیت

مبارکہ ہے، خدا نے رکن بیان فرمایا ہے۔ یہ رکن ہے۔

(ان کلمات کے بعد آپ سائل سے پوچھتے ہیں کیا وہ وضو سے ہیں، جواب ملتا ہے کہ جی ہاں، تو فرماتے ہیں، پھر پہلے توبہ کرنا ہے۔ پھر آمنت باللہ اور کلمہ طیبہ پڑھنا ہے۔ باقی اعمال، دعائیں اور نیتیں آپ خود سیکھ لیں۔ سائل اپنی مدعا بیان کرتا ہے، پھر بوا فقیران کو دعوات صوفیہ میں موجود توبہ کے کلمات پڑھاتا ہے، اور توبہ کے بعد مبارکبادی دینے کے بعد کلمہ بنائے ایمان، یعنی اصول دین، بنائے اسلام یعنی فروع دین اور کلمہ طیبہ پڑھاتا ہے)۔

(ایک اور محفل میں خیر البشر کے موضوع پر فرمایا)

قال انا بشر مثلکم، یوحی الی، و قال انا و علی من نور واحد

حضور پاک نے فرمایا، میں تمھاری طرح بشر ہوں، لیکن مجھ پر وحی نازل ہوتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔

ہم دونوں بشر ہیں اور ہم دونوں کا نور ایک ہے، وہ نوری بشر ہیں۔ اور محمدؐ و علیؑ خیر البشر ہیں۔ خاکی بشر ہو، نوری بشر ہو، ناری بشر ہو، روحی بشر، جو بھی بشر ہو، سب سے خیر البشر ہیں۔ سب سے افضل وہی دو ذات ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: و انفسنا و انفسکم کے مصداق علیؑ نفس نبیؐ ہے۔ دنیا والے آذان میں صرف جسم کی شہادت دیتے ہیں، جبکہ ہم جسم اور جان، بدن اور نفس دنوں کی شہادت دیتے ہیں۔ ادھر قرآن کی آیت مباہلہ ہے اور ادھر ہمارا اقرار ہے۔ محمد و علی خیر البشر۔ پھر ہم آذان میں اشهد ان علیاً ولی الله کے ساتھ محمدؐ و علی

خیر البشر بھی پڑھتے ہیں۔ ہر شے کی ایک حد فاصل ہے۔علیؑ علیہ السلام کی شان میں یہ کافی ہے کہ جنگ بدر میں سورۃ عادیات نازل ہوا۔ رسول کریم نے اصحاب کو جمع کر کے فرمایا، یا علیؑ پروردگار نے آپ کے سوار ہونے والی مرکب یعنی گھوڑے کی قسم کھائی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والعادیات ضبحا☆فالموریات قدحا ☆فالمغیرات صبحا☆فاثرن به نقعا☆ فوسطن به جمعا☆ان الانسان لربه لکنود ☆وانه علی ذالک لشهید☆ وانه لحب الخیر لشدید☆ افلایعلم اذا بعثرما فی القبور☆ و حصل ما فی الصدور☆ ان ربهم بهم یومئذ لخبیر☆

قسم ہے ان گھوڑوں کی، قسم ہے ان گھوڑوں کے قدموں کی، جن کی سموں سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ قسم ہے ان کی جو صبح سویرے دشمن کی ٹھکانوں پر ہلہ بول دیتے ہیں۔ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دشمن کی پناہ گاہوں اور مورچوں میں گھسنے کے بعد گرد اڑاتا ہے۔ انہیں تتر بتر کر دیتے ہیں۔ انسان کتنا گستاخ ہے، پھر بھی اُس راکب کی شان نہیں پہچانتے۔ کیا علیؑ کی شان میں اتنا کافی نہیں کہ قرآن میں ولعادیات کے راکب کی شان نہ پہچاننے والوں کو کنود یعنی گستاخ قرار دیا۔ اما شافعیؒ کو علیؑ کی تعریف کرنے پر لوگوں نے انہیں رافضی کہنا شروع کیا تو امام شافعیؒ نے فرمایا میں علیؑ سے دوست رکھتا ہوں تو لوگ مجھے رافضی کہتے ہیں۔ اگر علیؑ کو دوست رکھنے والا رافضی ہے تو خدا بھی، رسولؐ

بھی اور شافعی بھی سب رافضی ہیں۔ میں اکیلا تھوڑا رافضی ہوں۔ خدا بھی رافضی ہے، رسول بھی رافضی اور میں خود بھی رافضی ہوں۔ اسی طرح شیخ عطار کا واقعہ ہے۔ شیخ عطار بڑا دولت والا امیر شخص تھا۔ ایک بزرگ کو حکم ہوا کہ جاؤ عطار کو ٹھیک کر دو، ہدایت کرو۔ بزرگ بھکاری بن کر عطار کے پاس آیا، اور کہا عطار کچھ دے دو؟ عطار نے توجہ نہ دی۔ پھر سوال کیا: عطار کچھ دے دو؟ عطار پھر جواب نہ دیا تیسری مرتبہ فقیر نے سوال کا جواب نہ ملنے پر کہا: اے عطار تم نے مرنا ہے کہ نہیں؟ عطار نے جواب دیا جس طرح تم مر جاؤ گے اسی طرح میں بھی مر جاؤں گا۔ اس بات پر فقیر نے کشکول کو سرہانہ بنایا اور کہا دیکھو تمھارا کیسے بس چلتا ہے۔ میں ایسے مرتا ہوں، یہ کہہ کر فقیر لیٹ گیا اور واقعی وفات پا گیا۔ عطار حیران ہوا، اس کی زندگی میں انقلاب آیا اور تمام جائداد راہِ خدا میں خیرات کر کے، راہ خدا میں نکل گیا۔ چلتے چلتے راستے میں ایک بڑا اخروٹ کا درخت دیکھا، ساتھ ہی ایک کھیت میں تربوزے اُگے ہوئے تھے۔ یہاں عطار پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ یہ کیفیت غیب الغیوب کہلاتا ہے جس میں پہنچ کر بندہ ذکر الٰہی میں وجد میں آتا ہے اور کچھ بھی کہہ جاتا یا کر جاتا ہے۔ عطار نے خدا سے سوال کیا: پروردگار! یہ تیرا کیا قانون ہے کہ اخروٹ کے اتنے بڑے درخت پر اتنا چھوٹا پھل لگا ہے اور اس تربوز کے اس چھوٹے سے پودے پر اتنا بڑا پھل، یہ کیا تماشہ ہے؟ عشق میں عطار نے پکارا۔ عطار اسی سوال میں گم گشتہ تھا کہ ایک اخروٹ سیدھا اس کے سر پر آ لگا۔ تو عطار پکار اٹھا "پروردگار! تو بہتر جانتا ہے، میری فہم تیری قوانینِ قدرت کو سمجھنے سے واقعی قاصر ہے۔

اگر تربوز کا پھل اخروٹ پر ہوتا اور وہ میرے سر پر گرتا تو میں یہیں ڈھیر ہو جاتا"۔ پھر شیخ عطار عشق الٰہی میں رو رو کر بے ہوش ہو گیا۔ اپنے آثار میں عطار لکھتے ہیں کہ بے ہوشی کے عالم میں عطار نے کئی اصحابؓ کا نام پکارا تاہم کوئی مدد کو نہ پہنچا۔ عطار کہتا ہے کہ جب اُس نے یا علیؑ کہہ کر پکارا تو اس کے جسم میں لہر پیدا ہو گیا اور اُٹھ کھڑا ہوا، علیؑ واقعی مشکل کشا تھا اور مشکل کشا کہتا ہوا نکل گیا۔ تو علیؑ صرف انسانوں کا مشکل کشا ہی نہیں، آپ اسلام کا بھی مددگار ہے۔ علیؑ قرآن ہے اور قرآن علیؑ، علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ علیؑ قرآن ناطق ہے اور یہ قرآن صامت ہے۔ ناطق خاص لوگوں کے لیے ہے۔ چونکہ قرآن ھدی للمتقین، یعنی متقین ک لیے ہدایت ہے، اس لیے اگر کوئی اپنے اندر متقین کی صفات پیدا کریں تو علیؑ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید پاکیزہ ہے، اس لیے علیؑ کی محبت پاکیزہ دلوں میں ہی ہوتی ہے۔ وہ اپنے شان بڑھانے کے لیے نہیں آئے بلکہ حکم خداوندی کو رائج کرنے کے لیے آئے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا اگر کوئی مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو بالکل غلط، مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اگر وہ میرا محب ہے تو وہ ورد و وظائف اور خدا و رسولؐ کے احکامات کا زبردست وفادار ہوگا "واؤ ود، و ورد و وفا" اور "صاد صبر، و صدق و صفا"، ان میں صبر کا مادہ ہوتا ہے، سچائی کے پیکر ہوتے ہیں اور ذکر کے ذریعے ان کے باطن پاک و صاف ہوتے ہیں۔ جو میری گروہ ہونے کا دعویدار ہو، تو یہ میرے گروہ کی نشانیاں ہیں۔ ان نشانیوں اور صفات کے بغیر مجھے کسی محبت کی ضرورت نہیں۔ میری

طرح میرے رسولؐ اور میرے اللہ کا وفادار رہے اور خدا کا ذکر کرے تو وہ گروہ میرا ہے، میں خود ان سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے محبت کے دعویداروں کی ضرورت نہیں۔ تو انسان وہ ہے جو علیؑ کو، رسولؐ کو اور خدا کو اپنے کردار سے محبت کرنے پر مجبور کرے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا و من الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ و الذین امنو اشد حبا للہ و لو یری الذین ظلمو اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعا و ان اللہ شدید العذاب ☆ (البقرہ ۱۶۵) میرے برابر کسی سے محبت نہ کرے۔ خدا کی محبت سب سے بڑا ہے۔ اگر کسی نے محبت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھرایا تو اس کیلئے خسارے کے سوا کچھ نہیں، ایک گروہ علیؑ کی شان کو بہت گھٹا کر جہنم میں چل بسے گا اور ایک گروہ ان کو خدائی کا درجہ دے کر مشرک ہو جائے گا۔ ان کا معیار یہ ہے۔

(واقعہ خندق سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔)

رسول کریمؐ نے خندق کے موقع پر فرمایا" آج ایمان کل کا کفر کل سے مقابلہ ہوگا" اسی طرح واقعہ مباہلہ میں ایمانِ کل کو نفس نبیؑ قرار دیا۔ دشمن سے ہر قسم کی محاذ آرائی میں علیؑ سرفہرست رہے۔ مباہلے میں بھی وہی سردار ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا۔

ہر نبی نور ہے، ہر ولی نور ہے، ہر اولوالعزم نور ہے۔ مگر دنیا والوں میں خدا، رسولؐ، انبیا، اولیاء اور نور پنجتنؑ نور ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ جبکہ تصوف میں یہ ثبوت موجود ہے۔ جس طرح منعم کے لیے منعَم لازم ہے، نائب کے لیے منوب لازم ہے،

فاعل ہے تو مفعول لازم ہے، موکل ہے وکیل لازم ہے اسی طرح نور ہے تو نور بخشنے والا لازم ہے۔ خدا نور ہے، رسول نور ہے، نور پنجتن نور ہے، تو ان انوار سے فیضیاب ہونے والا لازم آتا ہے۔ ان انوار کا مشاہدہ کرنے والوں کو نور بین کہتے ہیں۔ ان انوار کو پہچاننے اور جاننے والوں کو نور دان کہتے ہیں۔ اور جب یہ انوار خود بندے میں منتقل ہو جائے اطوار کی شکل میں انوار کی شکل میں، تو ان انوار سے فیض پانے والوں کو نور بخش کہتے ہیں۔ اب نور بخشنے والا ہو تو فاعل کے پاس خود نور ہونا، اور مرکز نور (مرکز تجلیات) ہونا لازم آتا ہے۔ مگر ہم اس قدر کمزور ہوئے کہ ان نکات کو بیان کرنے سے بھی ہچکچاتے ہیں۔ ایک وقت میں احساس کمتری اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ نا قابل بیان تھا۔

ابتدائی تعلیم کی اہمیت

(6 جنوری 2013 چھوار ہاؤس میں خطاب کا موضوع تعلیم تھا، اس خطاب میں تعلیم و تعلم کی اہمیت کے ساتھ ابتدائے بچپن کی تعلیمی معیار کی اہمیت کو اجاگر کیا۔)

ایک حکایت ہے کہ ارسطو پڑھائی میں بالکل دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کے باپ نے اسے ایک ماہر نفسیات کے پاس لے گیا۔ ماہر نفسیات نے انہیں ایک ٹیلے پر لے گیا۔ اور نیچے بستی دکھاتے ہوئے کہا کہ دیکھو کیا بڑی درخت تمام چھوٹے درختوں پر حاوی ہے کہ نہیں۔ مثلاً اخروٹ کا درخت، ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ اس کی جڑیں مضبوط ہے۔ علمی جڑیں مضبوط اور توانا ہونے کی ضرورت ہے۔ جب تک بنیادیں مضبوط نہیں اس کے اوپر شاندار عمارت تعمیر نہیں ہوسکتی۔ تعلیم میں عدم دلچسپی کی ایک بنیادی وجہ ابتدائی تعلیم میں کمزوری ہے جس کی وجہ سے بچے آگے پڑھائی کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ بچے آپس میں ایک دوسرے کو پڑھائیں۔ اور سکول میں سب سے قابل لوگوں کے ساتھ مقابلہ کریں۔ اگر اپنے جسم پر سختی کرنے کا عادی ہوجائے تو انشاللہ ایسا انسان کامیاب ہوگا۔ آج کے دور میں ہم اُس شدید مالیاتی بحران سے نکل چکے ہیں۔ سکول سے واپسی کے بعد اگر دو تین گھنٹے مصروف رکھ سکیں تو کامیابی ہوگی ورنہ بے کاری میں پراگندہ خیالات آنا شروع ہوگا۔ جو ایم ایس سی فزکس، بیالوجی اور دیگر شعبوں میں اعلیٰ

تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان میں تھوڑی بہت رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ ہاسٹل میں صوم وصلوۃ کی پابندی بھی رکھیں۔ اللہ مدد کرے گا۔

نشر واشاعت

(نشر واشاعت اور تحقیق وتنقید کے حوالے سے بوافقیرؒ کے متعدد خطابات ہیں۔ ذیل میں تین دستیاب آڈیو خطابات کا خلاصہ پیش خدمت ہیں جن کا صدر موضوع تحقیق اور نشر و اشاعت ہیں۔ پہلا خطاب شاہ سید ہاسٹل راولپنڈی کے طلباء سے ہے، جس میں ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی تقریر اور تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے نشر و اشاعت کی اہمیت بیان کی ہے۔ دوسرا اور تیسرا خطاب شاہ ہمدان پرنٹنگ پریس کی افتتاحی تقریب اور راولپنڈی میں حاجی ثناءاللہ صاحب کے گھر پر پریس سے متعلق لائحہ عمل کے حوالے سے منعقدہ اجلاس سے خطاب ہے جس میں نشر و اشاعت سے متعلق پالیسی وژن اور رہنمائی بیان ہوا ہے۔ تینوں خطابات نہایت اہم ہیں۔

(6جنوری2013 شاہ سید ہاسٹل راولپنڈی)

اللهم صل علٰی محمد و آل محمد

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

الرحمٰن علم القرآن☆خلق الانسان علمه البيان☆و قال رسول الله صل الله عليه و آله و سلم طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة☆ طلب الحلال فريضة على كل مسلم و مسلمة☆

صوفیہ ونوربخشیہ کے دانشور، نوجوانان اور طلباء اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں نے سورہ رحمٰن کی پہلی آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اور اس کے بعد دو احادیث نبویؐ بیان کیا ہے۔ رب العزت نے اس قرآن پاک کے بارے میں فرمایا۔ انہ لقر آن مبین ☆فی کتاب مکنون ☆ یہ بڑی شان والا واضح قرآن ہے، یہ سیاہی اور کاغذ نہیں بلکہ لوح محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔ لا یمسہ الاالمطھرون پاکیزگی کے بغیر اس کو چھونا نہیں، تنزیل من رّبّ العلمین ☆ آپ فرمادیجیے اسے رب العلمین نے نازل فرمایا۔ اس کتاب ہدایت سے تلاوت کردہ آیت مبارکہ کی ترجمہ سے پہلے، ابھی ڈاکٹر غازی محمد نعیم (بونعیم) نے جس بنیادی سوال کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی اور اسے مکمل انداز سے پیش کیا۔ وقت کی کمی کے پیش نظر زیادہ تفصیل کے بغیر اس اہم نکتے پر کچھ بات کرنا چاہوں گا۔ لہٰذا چند باتیں اس عنوان پر کرنے کے بعد تلاوت کردہ سورہ رحمٰن کی آیات اور اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔

پہلے ہمارے بڑے بڑے علماء تھے۔ اُس دور میں کراچی سے ابراہیم ڈاغونی والا جو جامعہ اہلبیت کا فارغ التحصیل تھا، مروجہ علوم میں ایم اے انگریزی تھا، کئی سوالات لے کر ہمارے علماء کے پاس آئے تھے اور ان کا کہنا تھا کہ اگر ان سوالات کے تسلی بخش جوابات مل جائیں تو مسلک نوربخشیہ اختیار کرے گا۔ علماء نے اس پر چنداں توجہ نہیں دی تھی۔ پھر پی آئی اے والا بلغاری نبی مرحوم نے مجھ سے یہ بات کی اور کچھ سوالات کا بھی تذکرہ کیا تو میں نے کہا، اُسے میرے پاس بُلا لیں اگر ان کے پاس ہم سے زیادہ مضبوط دلائل

ہیں تو میں خود ان کے عقیدے پر عمل پیرا ہو جاؤں گا۔ ان کا ایک سوال یہ تھا کہ شاہ سید محمد نور بخشؒ نے فقہ الاحوط لکھا، اس سے قبل کس چیز پر عمل کرتے تھے؟ دوسرا سوال یہ تھا یہ شاہ سید محمد نور بخشؒ کے بعد اجتہاد ختم کیوں ہوا؟ اسی طرح اس کے سات آٹھ سوالات تھے۔ ایک اور سوال یہ تھا کہ کوئی بھی نیا مشکل سوال آجائے تو پھر کس سے رجوع کیا جائے گا؟ میں اس واقعے کی کچھ جھلکیاں بیان کرنے کے بعد اپنے موضوع پر جاؤں گا۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتب فکر اختیار کرنے کے بعد اس وقت وہ فوج میں ملازمت کرتا ہے۔

بلغاری نبی مرحوم نے ابراہیم کو میرے پاس لایا۔ تو اُس نے نو گھنٹے سوالات کیے۔ بواذاکر (سید ذاکر چھوربٹ) محفل میں موجود تھا۔

پہلا سوال یہ تھا کہ سید محمد نور بخشؒ تک کس طریقے پر عمل پیرا تھے؟ تو میں نے جواب دیا کہ اس ضمن میں میں ایک مثال دوں تو کافی ہوگا۔ آپ ''کورو'' گاؤں والے بواعلیؒ کو تو جانتے ہوں گے، جو بالکل ناخواندہ تھے۔ ڈھول بجانے اور موسیقی میں ماہر تھے۔ مون یعنی موسیقی کا پیشہ سیکھنے کے لیے راشن لے کر بلغار گئے تھے، بعد میں (روحانی علوم کی حصول کے بعد) وہ اتنے پائے کے عالم ٹھہرے کہ یوم القدس کے موقع پر سکردو میں انھوں نے نوربخشی مسلک کی نمائندگی کرتے ہوئے ایسی تقریر کی جس سے دیگر مسالک کے علماء بھی بے حد متاثر ہوئے۔ آج میری مثال بھی ان سے مختلف نہیں۔ یہ طریقہ اور علوم ہید بید، سینے سے سینے اقوال رسولؐ اور افعال رسولؐ کی منتقلی سے قائم و دائم تھا۔ ہر فلاسفر ہمارے بزرگان سلسلہ ذہب کے سامنے گھٹنے ٹیکتے تھے۔ جیسا کہ امام غزالیؒ

اپنے بھائی احمد غزالیؒ (جو سلسلہ ذہب کے مرشد تھے)، امام فخر الدین رازیؒ جیسا فلاسفر اور مفسر قرآن جس نے اللہ کی واحدانیت پر ایک ہزار دلائل پیش کیا۔ آخر نجم الدین کبریٰؒ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ کوئی ایسا حق طلب فلاسفر نہیں گزرا جو روحانیت اور تصوف کے ان برگزیدہ اولیا سے مستفید نہ ہوئے ہوں۔ حضرت امام غزالیؒ آخر کار مسلک صوفیہ سے منسلک ہونے کے بعد (کتاب المنقذ من الضلال میں) لکھتے ہیں۔ 'میں اصولی مذاہب، اخباری مذاہب، فلسفی مذاہب، منطقی مذہب، ہر مذہب میں نے اختیار کیا، لیکن آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یقیناً مذہب صوفیہ ہی حق و یقین اور طراط مستقیم کا راستہ ہے'۔ یہ امام غزالیؒ جیسی شخصیت کا اعتراف ہے۔ آج مدینہ منورہ میں دیکھیں کس مذہب کے آثار محفوظ ہیں، کیا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اصولی شیعہ، اخباری شیعہ، بوہری، اسماعیلی یا کسی اور کے ایسے آثار موجود ہیں جو ان فقہی مسالک کے دورِ رسالت میں موجودگی کو ثابت کرے۔ اگر موجود ہے تو اصحاب صفہ کا چبوترہ موجودہ ہے مسجد نبوی میں اور کسی فقہی مسلک کے ایسی کوئی آثار اور نشانات موجود نہیں جبکہ ہمارا نشان موجود ہے۔ ایک اور ثبوت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ اپنی رحلت سے قبل آنحضرتؐ نے تین پیش گوئیاں کیں، پہلے آپؐ نے فرمایا لقیت اخوانی لقیت اخوانی ۔ میں اپنے بھائیوں سے ملنا چاہتا ہوں، میں اپنے بھائیوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عائشہؓ جا کر حضرت ابو بکرؓ لے آئے، آپ نے پھر یہی کلمات دہرائے، حضرت حفصہؓ جا کر حضرت عمرؓ لے آئے آپؐ نے دوبارہ

یہی کلمات دہرائے اور فرمایا ہاں آپ میرے اصحاب ہیں، لیکن میں اپنے بھائیوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت علیؑ کو لایا تو آپؐ نے فرمایا اے علیؑ آپ میرے دنیا اور آخرت دونوں کے بھائی ہیں لیکن اس وقت میں جن بھائیوں سے ملاقات کا خواہاں ہوں وہ آپ نہیں۔ جب سوال کیا گیا کہ آپ جن بھائیوں کی بات کر رہے ہیں وہ کہاں سے آئیں گے؟ اس پر رسول خداؐ نے فرمایا کہ ایک دن وہ آئے گا جب میرا دین اس کی اصل حالت میں برف پڑنے اور مارخوروں کی رہائش گاہوں کے مقامات پر محفوظ رہیں گے، میں اپنے ان بھائیوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ پھر آپ سے سوال کیا گیا تھا و لکلّ قوم ھاد ☆ کے بارے میں تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد اول علیؑ اور آخر مہدیؑ ہے جو دور کے ہادی ہوں گے۔ خدا صانع، رسول شارع اور یہ (اول علیؑ تا آخر مہدیؑ) محافظ دین ہیں۔ دوسری پیش گوئی یہ تھی ایک ایسا شخص آئے گا جو شیطان کو باندھ دے گا۔ اس کا نام ابراہیم ہوگا، یہ ابراہیم بن ادھم ہے۔ تیسری پیش گوئی یہ تھی کہ ایک ایسی ہستی میرا دین زندہ کرے گا، جس کا نام میرا نام، اس کی ماں کا نام میری ماں کا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ وہ ہستی میرے دین کو میرے زمانے کے مطابق زندہ کریں گے۔ یہ ہستی سید محمد نوربخشؒ ہیں جس نے یہ دعویٰ کیا ☆ ان اللـــه امرنی ان ارفع الاختلاف من بین ھذہ الامت اولا فی الفروع و ثانیا فی الاصول. و ابین شریعت المحمدیه کما کانت فی زمانه من غیر زیادة او نقصان ☆ میں اللہ کی جانب سے اس بات پر مامور ہوں کہ اُمت کے درمیان سے

اولاً فروعی اختلافات کو ختم کردوں اور ثانیاً اصولی اختلافات کو اور شریعت محمدیہ کو اس طرح بغیر کسی کمی و بیشی کے بیان کروں جیسا کہ خود دورِ رسالت میں موجود تھا۔

جہاں تک سلسلہ ذہب کا تعلق ہے تو ذہب سے مراد ہے سونا، ذہب سے مراد چلنے والا۔ یعنی انبیا چلنے کا راستہ، امام چلنے کا راستہ، ولی چلنے کا راستہ، تین سو تیرہ رسل چلنے کا راستہ۔ کسی رد و بدل کے بغیر سینہ بہ سینہ چلنے والا سلسلہ۔ وقت کی کمی کہ وجہ سے تفصیلات ممکن نہیں۔ اسی لیے فقہ الاحوط میں فرمایا کہ اگر نماز میں حضورِ قلب نہ ہو تو چاہیے کسی ولی مرشد کی تلاش کرے۔ اس کا مطلب ہے کہ ولی مرشد ہر دور میں موجود ہوتا ہے، اگر موجود نہ ہوتا تو شاہ سید علیہ الرحمہ مرشد کی تلاش کا حکم نہ دیتے۔ اب رہی بات ایسے مرشد کے شرائط اور ارکان کی تو یہ ایک الگ موضوع بحث ہے۔

ہمارے سلسلے میں بغیر شرائط کے مرشد قائم نہیں ہوتے، اگر کوئی بغیر شرائط کے مرشد بن بیٹھے تو گمراہ ہوگا کیونکہ اسد اللہ غالب حضرت علی علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آپ کس کو وصی مقرر کرتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا میں کسی کو مقرر نہیں کرتا کیونکہ قرآنی حکم ہے کہ اگر کسی معاملے میں تنازع پیدا ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف پھیر دو ☆فان تنازعتم فی شئی فردوھا الی اللہ و رسولہ ☆اگر میں نے اپنے بیٹوں کو نامزد کیا تو ہر کوئی شرائط کا خیال رکھے بنا بھی اپنے بیٹوں کو قائم مقام نامزد کرے گا، جس سے بڑی خرابی پیدا ہوگی۔ تاہم اگر حسنؑ بن جائے تو مجھ سے بھی بہتر ہوگا۔ آپ کا فرمان سچ ثابت ہوا، اور امیر معاویہ نے کسی شرعی شرائط کا پاس کیے بغیر

اپنے بیٹے یزید کو اپنا قائم مقام نامزد کر دیا۔ جب ایسا ہوا تو اسلام کو کس طرح برباد کیا گیا۔ بغیر شرائط کے جب بھی کوئی آیا ہمیشہ تباہی کا باعث بنا۔ مسلک میں کتنی رنگینیاں پیدا کی گئی۔ فقہ الاحوط اور قرآن پاک میں چار شرائط بیان کیے گئے ہیں۔ اگر ان شرائط پر پورا اترے تو مرشد ہے وگرنہ نہیں۔ قرآن مجید میں عالم ربانی کی پانچ اقسام بیان ہوئی ہیں۔ اسی طرح عالم شیطانی کے بھی پانچ قسمیں ہیں۔ عالم ربانی کون ہیں اور عالم شیطانی کون ہیں اس بحث کو بھی فی الحال یہیں روک لیتے ہیں۔

رب العزت نے سورہ رحمٰن میں فرمایا، ☆خلق الانسان علمه البیان ☆ کہ انسان کی تخلیق کے بعد کے اسے بولنا سکھایا، بات کرنا سکھایا زبان اور بات کا سلیقہ سکھایا۔ بات کرنا ایک پُر لطف عمل ہے اس کے لیے تربیت کی ضرورت ہے۔ بات کرنے کا مادہ ہو، استعداد، صلاحیت اور سیلقہ ہونا چاہیے، اسے سیکھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی غلط بات کرے تو اس بات کو ٹوک کر صحیح بات کرنے کا ہمت اور حوصلہ بھی جوانوں میں پیدا ہونا چاہیے۔ تو حبیب خداؐ نے فرمایا ☆طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة ☆علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ علم کے ساتھ ☆طلب الحلال علی کل مسلم و مسلمة ☆ مال حلال کا طلب کرنا بھی تمام مسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔ اس وقت ہمارا معیشت بھی علم پر منحصر ہے، ہمارا وقار، ہمارا مسلک ہر کچھ علم پر منحصر ہے۔ علم سیکھنے کا طریقہ کیا ہے، رسول کریمؐ نے فرمایا، چین میں جانا کیوں نہ پڑے علم حاصل کرو۔ علم حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ پہلا نمبر ہے

تصور، خیال اور توجہ۔ مثلاً اس وقت اگر آپ اپنے گھر کو خیال میں لائیں تو ایسا ممکن ہے۔ اسی طرح اگر آپ کلاس کے بعد واپس آ کر صبح سے شام تک استاد کے جتنے لیکچر ہو چکے ہیں، ان کو اپنے خیال میں لاؤ، یعنی تصور میں دہراؤ تو یہ بذاتِ خود ایک ٹیوشن ہوگا۔ تصور کے بعد دوسرے نمبر پر ارادہ ہے۔ مضبوط ارادے کے ساتھ سکول جاتے ہوئے ایک مشکل سوال یاد کرتے ہوئے جاؤ، اور ایک سوال یاد کرتے ہوئے واپس گھر آؤ۔ اور اگر اس میں کسی قسم کی رکاوٹ حائل ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہی رکاوٹ آپ کا دشمن ہے۔ ایک نکتہ یہ ہے کہ سب سے معیاری انسان کے ساتھ مقابلہ کرنا سیکھو۔ اسے رشک کی نگاہ سے دیکھو۔ اسے رشک کے اعتبار سے مدمقابل سمجھو نہ کہ ذاتی دشمن۔ اس سے مقابلہ کرو۔ جب تک مقابلہ کے لیے اُٹھ کھڑا نہیں ہوگا تب تک اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہ کرو۔ جب تک مقابلہ نہیں ہوگا، کبھی بھی وہ شوق پیدا نہیں ہوگا۔ چھوڑ دو کہہ کر چھوڑ دے گا، کبھی نیند آ کر سو جائے گا۔ کبھی فضول میں گھومنے نکلے گا اور صرف رنگینی اس کے پاس آئے گا کامیابی نہیں۔ معیاری تعلیم کو حیات و ممات کا مسئلہ سمجھو۔ اس وقت ایسا دور آیا ہے کہ جب تک ہم اپنے اہداف کو زندگی اور موت کا مسئلہ تصور نہیں کریں گے، کامیابی نہیں ہوگی۔

منشورِ سالکین

(یہ مضمون وقتاً فوقتاً بوافقیر محمد ابراہیمؒ کے اپنے مریدین اور سالکین کے نام بنیادی ہدایات پرمبنی ہیں۔ ان ہدایات اور خطابات کا خلاصہ بوافقیرؒ کے بڑے بھائی اور اولین مرید خاص بواشکور نے تحریر کی صورت میں جمع کی ہے کیونکہ وہ بذات خود ان تمام محافل کے عینی شاہد اور سامعین میں شامل رہے ہیں۔اس تحریر کی جامعیت اور اہمیت کے پیش نظر اسے "منشورِ سالکین" کے عنوان سے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔)

مرشد کامل عالم ربانی فقیر محمد ابراہیمؒ کا مریدین کو نصیحت

سالکین کو چاہیے کہ سب سے پہلے اعتقاد پاک رکھے، مرشد کامل پر پورا یقین رکھے، پھر خلوص فی العمل کو یقینی بنائیں، نیتوں کو پاک رکھیں، ناممکنات کو ذہن سے نکال دیں، خالص ممکنات کو سوچیں اور ممکن بنائیں۔

منتشر خیالات سے دل کو پاک رکھنا، اللہ پر مکمل توکل اور بھروسہ رکھنا، قرآن اور اہلبیت دونوں پر کامل اعتقاد رکھنا، عملی میدان میں کبھی سستی نہ کرنا، دوام وضو، دوام توبہ اور دوام ذکر کے ساتھ زندگی گزارنا۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمم بھی واجب ہے۔ زیادہ سے زیادہ نوافلات ادا کرنا، زبان پاک رکھنا، وساوس شیطانی سے دل پاک رکھنے کی کوشش کرنا، دین اسلام پر وفاداری کے ساتھ ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرنا، جو حالات اور

واقعات پیش آجائے صبر کا ساتھ دینا یہ ہیں سالکین کا منشور۔

اسی طرح ایک سچا سالک وہ ہے جو 24 گھنٹے دل کو ورد و وضائف سے خالی نہ رکھے، بے کاری سے دور رہے، اپنے کاموں میں کوشاں رہے، اپنی معیشت کا بھی خیال رکھے، بال بچوں کا پورا پورا خیال رکھے، اپنے وجود میں غافل نہ ہو، جو کام بھی کرے نیک نیتی سے کرے، اوسط سے زیادہ کھانا نہ کھائیں۔ کیونکہ فرمان ہے کہ خود کھانا مردگی کی علامت ہے، دوسروں کو کھلانا زندگی کی علامت ہے۔

سب سے اہم واجب اپنے نفس پر قابو پانا، غیر کی خیالات اپنے دل میں نہیں لانا۔ اُٹھے بھی اللہ، بیٹھے بھی اللہ، چلے بھی اللہ کا ذکر دلوں میں برقرار رکھنا۔ ذکرِ الٰہی دل میں منتقل ہونا، محبت الٰہی، خوف الٰہی ہمیشہ دلوں میں برقرار رکھنا سچے سالکین کی نشانیاں ہیں۔

کامل مرشد کا توجہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ عوام الناس اور ہجوم سے زیادہ سے زیادہ عوام کے لئے دعا مانگنا تھا۔ دعا مانگنے کی خاطر کم وبیش 10 روپے سے 100 روپے تک بروز جمعہ خانقاہوں میں اجتماعی دعا کے لیے دینا عام دستور تھا۔ تمام مریدین کو بھی سلوک کی راہ میں چلنے کے لیے اعتکاف کے بعد 40 جمعہ تک 10 سے 100 روپے تک وظیفہ دعا کے لیے صدقہ دینے کا حکم ہے۔ کامل مرشد کا آئین ہمیشہ اولیا کرام بزرگان دین کا مشن زندہ رکھنے کے لیے کوشش کرنا تھا۔ تمام اولیاء وانبیاء کے نقش قدم پر چلنا تھا۔ جو بھی کام یا واقعات درپیش آجائے دعوات صوفیہ کے مطابق نیک و بدتاریخوں

کا خیال رکھنا۔

سالکوں اور مریدین کو یہی آئین دکھایا تھا کہ اعتکاف کے بعد 40 جمعے 40 مساجد میں ادا کرنا اور ہر مسجد میں دعا کے لیے مذکورہ صدقہ ادا کرنا، 40 قبور کی زیارت کرنا، 40 خانقاہوں میں نماز تسبیح، نماز حاجت، نوافلات ادا کرنے کا حکم ہے۔

عاشورا کے دن روزہ اور نماز زیارت کی بہت تاکید کرتا تھا۔ نماز زیارت کی اہم ترین حکم دیتا تھا، عام مریدوں کو بھی یہی حکم تھا۔ اس ہستی کا عمل، اعتقاد ہر چیز احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا، سب حالات پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

وہ خود لفظ بہ لفظ شاہ سید محمد نوربخشؒ اور سید علی ہمدانیؒ کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے تھے اور مریدین کو بھی ان بزرگوں کی تعلیمات پر ہو بہو عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ الفقہ الاحوط کی تین ابواب باب الجہاد، باب الاعتکاف اور باب وکالت کو جب تک اس کی روح کے مطابق زندہ نہ کیا جائے، ان پر عمل نہ کیا جائے ہم نوربخشی طریقت کو زندہ نہیں کر سکتے۔ فقہ احوط پر تحقیق ضرور کریں تنقید نہیں۔ فرماتے تھے جب تک فقہ احوط پر عمل نہ کرے ظاہری علوم کی مثال سڑے ہوئے انڈے کی طرح ہے۔ اس سے چوزے نکلنے یعنی زندگی ملنے کی توقع عبث ہے۔

عام زندگی میں دوامِ وضو، دوامِ توبہ اور دوامِ ذکر کے ساتھ نوافلات کی عادت ایک سالک کا معمول ہونا چاہیے۔ فرماتے تھے ہمارے بزرگانِ دین نے علوم کے سمندر کو کوزے میں بند کیا ہوا ہے۔ ان پر تحقیق کی بہت ضرورت ہے۔

محرم کے مجالس اور عاشورا کو بنیادی عبادات کی حیثیت میں ایمان رکھنے کی ہدایت دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ محرم کے مجالس میں غیر مذہب ذاکرین اور واعظین کو بلانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ وہ مجلس کی آڑ میں اپنے عقائد کا پرچار کرے گا، جو ہمارے عقائد سے مختلف ہوں گے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق نوافل عبادات کی طرح عید اور ماتم کے مجالس بھی عبادات ہیں اور ان میں عبادت کی تمام لوازمات کا پورا ہونا ضروری ہے جیسے باوضو ہونا، پاک و پاکیزہ مقام پر مجلس منعقد کرنا، خلوصِ نیت اور عقیدت۔ رسم ورواج کے طور پر مجلس منانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ظاہری علماء کتابی باتوں پر وقت ضائع کرتے ہیں۔ عملی باتوں پر غور وفکر اور تحقیق نہیں کرتے۔ سالکین کو چاہیے کہ علم کے ساتھ عمل کو بھی ہمیشہ ساتھ رکھیں۔ ورد و وضائف اولیاء اللہ کی زندگی کا معمول ہوتا ہے جس سے اللہ کی رضا کے ساتھ اطمنان قلب کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ معیشت میں مقابلے کی اس دور میں تمام سالکین اور مریدین کو علمی اور عملی خزانے کی کنجی ریاضت اور سخت محنت کی عادت ہے۔ ریاضت اور سخت کوشی سچے سالکین کا معمول ہونا چاہیے۔ اس دنیا میں ہر شخص کے خیالات دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ ان کے عقل الگ الگ ہوتے ہیں۔ ہر ایک سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، نئی چیزیں سیکھ سکتے ہیں۔

خدانے ہر دور میں مرشدین پیدا فرمایا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے لے کر داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ تک اولیاء آئے۔ آپ فرماتے تھے کہ ولی کی دو قسمیں ہیں

ولی فطری اور ولی کسبی۔ ولی اضافی نہیں ہوتا، یہ نور بخشی اصطلاح نہیں ہے۔ ہمارے سلسلے میں ولی فطری اور ولی کسبی دونوں کی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ پاک ہمیں تمام اولیاء اللہ کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسلکِ نوربخشیہ کا اجمالی تعارف

مسلکِ نوربخشیہ یعنی میر سید محمد نوربخش قہستانی رحمۃ اللہ علیہ کی روش پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر ان کے نام کی نسبت سے وہ مسلک ہے جو ایک صوفی سلسلہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل فقہی مکتبِ فکر بھی ہے اور **صوفیہ نوربخشیہ** کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ محمد بشیرؒ الفقہ الاحوط کے اردو ترجمے میں سید محمد نوربخشؒ کا تعارف دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''سید محمد نوربخش قہستانیؒ ۱۴ شعبان المعظم ۷۹۵ھ کو ایران کے شہر قائن میں پیدا ہوئے اور ۷۴ سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۸۶۹ھ میں ایران ہی کے مشہور شہر ''رے'' میں انتقال کر گئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سترہ واسطوں سے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، مختصری مدت میں تمام علوم ظاہری و علوم باطنی میں عبور حاصل کیا۔ روحانی تعلیم و تربیت کے لیے شیخ وقت حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ کی مریدی اختیار کی۔ روحانی تربیت کی تکمیل اُس وقت ہوئی جب حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ نے ایک خواب کی بنا پر آپ کو نوربخش کا لقب دیا''۔ عربی لغت المنجد کا حوالہ دیتے ہوئے آگے لکھتے ہیں کہ ''سید محمد نوربخشؒ نے سنی تعلیمات

اور شیعی تعلیمات کے بین بین متوسط مسلک کو بیان کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے سید محمد نوربخشؒ نے افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک متوسط راہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ جملہ مسلمانوں کا یکساں احترام کرنے کی تلقین فرماتے ہیں چنانچہ آپؒ نے فرمایا 'جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر نماز قائم کی، ماہ رمضان کے روزے رکھے، مال دار ہونے پر زکوٰۃ ادا کی اور استطاعت حاصل ہونے پر حج بیت اللہ بجالایا۔ کسی اہل ایمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص کو کسی ایسی چیز کی بنا پر کفر سے منسوب کرے جس کا وہ عقیدہ رکھتا ہو اور معاملے کی حقیقت کو نہ جانتا ہو اور وہ یہ گمان کرتا ہو کہ جو شخص ایسی عقیدت نہ رکھے وہ کافر ہے، تو یہ جہالت کے شکار حضرات کا عقیدہ ہے'۔ مسلک نوربخشیہ اسی اعتدال کی راہ پر گامزن ہے۔

سید محمد نوربخشؒ بڑے وسیع النظر اور وسیع المشرب عالم ربانی تھے۔ آپ کی نظر میں ہر وہ شخص مسلمان ہے جو روبقبلہ ہو کر نماز قائم کرتا ہے۔ اور ہر وہ شخص مؤمن ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچارہتا ہے۔ عالم دین کی پہچان کے لیے شرط عائد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء سے مراد صرف اُن علمائے ربانیین کو لیں جن کی علامت خداترس، پاکباز، عبادت گزار ہونے کے علاوہ نہ صرف علمی سرگرمیوں میں منہمک رہنا ہے بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ بدکاروں کی صحبت سے بھی الگ رہتے ہوں۔

شاہ سید محمد نور بخش علیہ الرحمۃ کے مطابق انہوں نے شریعت محمدیہؐ کو بلاکم و کاست عہدِ نبویؐ کے مطابق پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

آج مسلک نور بخشیہ بطور ایک فقہی دبستان اور سلسلہ تصوف شاہ سید محمد نور بخش علیہ الرحمۃ کی فقہی، روحانی اور عرفانی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ جو دیگر فقہی مسالک اور سلاسل تصوف کی طرح اپنی علیحدہ شناخت کا حامل ہے۔

مسلکِ نور بخشیہ دوسرے فقہی مذاہب مثلاً شافعی، حنبلی، حنفی، مالکی، اہل حدیث اور شیعہ اثنا عشری کی طرح ایک فقہی مکتب فکر ہے جس کی اپنی الگ شناخت اور حیثیت ہے، بعض فروعی مسائل میں تھوڑے، بہت فرق کے ساتھ یہ فقہی مسلک دیگر فقہی دبستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ لہٰذا محققین اسے دوسرے روحانی اور صوفی مسالک سے مماثل لیکن مستقل حیثیت کا حامل مسلک قرار دیتے ہیں۔

مسلک نور بخشیہ مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے موسوم رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام تک 'سلسلۃ الذہب' کے نام سے محدثین میں مشہور و معروف ہے۔ جبکہ حضرت امام علی رضاؑ کے مرید خاص حضرت شیخ معروف کرخیؒ سے حضرت میر سید محمد نور بخشؒ تک مختلف ادوار میں یہ مختلف نسبتی ناموں سے موسوم رہا۔ مثلاً حضرت شیخ معروف کرخیؒ کی نسبت سے معروفیہ، حضرت جنید بغدادیؒ کی نسبت سے جنیدیہ، حضرت ابونجیب سہروردیؒ سے سہروردیہ، حضرت نجم الدین کبریٰؒ سے کبرویہ، حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ ملقب بہ شاہ ہمدان سے ہمدانیہ اور حضرت میر سید محمد

نوربخش قہستانیؒ کے زمانے سے اب تک اُن کے لقب کی مناسبت سے نوربخشیہ سے موسوم ہے۔ دورِ حاضر کی تقریباً ساٹھ سے زائد سلاسل تصوف سلسلہ جنیدیہ ہی کی شاخیں ہیں جیسے سہروردیہ، قادریہ، چستیہ، شاذلیہ، اویسیہ وغیرہ۔

مسلک نوربخشیہ صوفیائے کرام کی انسانیت دوست، اعتدال پسند آفاقی تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے ہوئے امن وآشتی اور محبت ورواداری کو اپنی شناخت سمجھتے ہیں۔ ہر عمل اور سوچ میں نیک نیتی کو تصوف، عرفانِ ذات اور محبت الٰہی کو سلوک، خدمتِ انسانیت کو عبادت، جہدِ مسلسل کو ریاضت، اپنے نفسِ امارہ سے مقابلے کو جہاد، خود داری اور استغنا کو فقر اور تزکیہ نفس کو مدعائے مذہب سمجھتے ہیں۔

الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ (1953 تا 2016) مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی روحانی نظامِ تزکیہ اور اعتکاف کی احیاء کا ایک مجدد اور مرشد کی حیثیت سے زندہ رہ کر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ آج ان کے مریدین اور معتقدین کی تعداد لاکھوں میں ہیں جو تزکیہ نفس اور اعتکاف نشینی میں فقیر محمد ابراہیمؒ کے پیش کردہ آداب 'رموزِ ریاضت' پر عمل پیرا ہیں۔

(ادارہ)

شاہ ہمدان انٹرنیشنل نیٹ ورک فار ایجوکیشن،

سکردو بلتستان

صوفیانہ کلام

اللہ اللہ کیا کیجیے

زندگی کا بھروسہ نہیں ......اللہ اللہ کیا کیجیے
جس نے دی ہے تمہیں زندگی شکر اس کا ادا کیجیے
نفسا نفسی کے عالم میں بھی ،روز محشر کہے جو نبی
امتی امتی ...... اس نبی ؐ سے وفا کیجئے
چار دن کی ہے یہ چاندنی ، جس کو کہتے ہیں ہم زندگی
اک نہ اک دن تو موت آئے گی، فکرِ عقبیٰ ذرا کیجیے
بن ترے کیا ہے یہ زندگی؟ تو ملے تو ملی ہرخوشی
آرزو ہے تری دید کی، دیدہ ٔ قلب وا کیجئے
اپنا جلوہ دکھا کر مجھے ،موت سے پہلے ہی مار دے
من کی دنیا میں یارب مری اک قیامت بپا کیجیے
میں تو قطرۂ ابرِنیساں ، تو وہ دریا جو ہے بیکراں
بحرِ الفت میں ہستی مری، مثل قطرہ فنا کیجیے

(اکبرعلی اکبر)

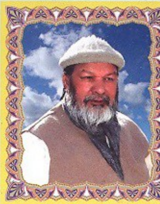

فخرِ تصوّف، مجددِ مسلکِ صوفیہ نوربخشیہ، ولی مرشد

الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ

الحاج فقیر محمد ابراہیمؒ دورِ حاضر کے ایک باعمل، متحرک اور صاحب حال صوفی بزرگ تھے۔ آپؒ نے کسی قسم کی مروجہ تعلیم کہیں سے بھی حاصل نہیں کی، نہ کسی مدرسے کا شکل دیکھا نہ ہی کسی سکول میں باقاعدہ پڑھنے کا اتفاق ہوا، لیکن جب وہ بولتے تھے اور خصوصاً مخصوص مواقع پر جب ایک خاص کیفیت میں کسی موضوع پر بولتے تھے تو علم و دانش کے اتنے موتی بکھیر دیتے تھے کہ جید علماء دنگ رہ جاتے۔ سلسلہء ذہب کے بزرگان دین کی نادر تصانیف کا حوالہ دیتے جن کی صرف قلمی نسخے ہی دنیا کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث پاک کے علاوہ مرشدین سلسلہء ذہب کے واقعات، الفقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ کے عبارات ایسے برمحل سنا دیتے جیسے انہیں درسا پڑھا ہو۔

بوافقیرؒ جو ہزاروں سالکین کے مرشد کامل، ہزاروں مریضوں کے روحانی طبیب اور حکیم، ہزاروں نوجوانوں کے متحرک قائد، اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی نشاۃ ثانیہ کا ایک مجدد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بے باک خطیب اور مقرر، دائم الوضو، دائم شب زندہ دار بزرگ اور ملک کی طول و عرض میں ہزاروں اعتکاف نشینوں کے معلم اور راہ سلوک کے استاد تھے۔ انتہائی حد تک پابندِ شریعت اور سنتِ نبویؐ، اور طریقتِ مرتضویؑ پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر سب کے لیے قابل احترام تھے۔

مقتدائے شریعت، پیشوائے اہل طریقت و معرفت، قائد انقلابِ تصوف بوافقیر محمد ابراہیمؒ عصر حاضر کے صاحبِ حال، آسمانِ طریقت کا چمکتا دمکتا سورج تھا، جو 21 اگست 2016ء کو بوقت عصر دیوسائی کے پہاڑوں میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگئے۔ آپ نے ہزاروں بے راہ رو لوگوں کی نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ بذریعہ تزکیہ مقام عرفان تک پہنچا دیا۔ بگڑی ہوئی قوم اور معاشرے کی اصلاح کی اور انسان کو انسانیت اور راہ طریقت دکھا کر عظمت رفتہ پھر سے بحال کر دیے۔ آج معاشرے میں لہو و لعب کی جگہ اللہ لطیف کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

Designed & Printed by:
Shah-e-Hamadan Printing Press
Cell: 0344-3005520, E-mail : shhppress@gmail.com